SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Tuesday, August 25, 1992

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad at ten of the clock in the morning, with Madam Deputy Chairman (Dr. Noor Jehan Panezai) in the Chair.

(RECITATION FROM THE HOLY QURAN)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ
إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ
فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ
لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿٢﴾ إِنَّ الَّذِينَ
يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ
قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿٣﴾ إِنَّ الَّذِينَ
يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٤﴾

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Tuesday, August 25, 1992

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad at ten of the clock in the morning, with Madam Deputy Chairman (Dr. Noor Jehan Panezai) in the Chair.

(RECITATION FROM THE HOLY QURAN)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ
إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ
فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ
لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿٢﴾ إِنَّ الَّذِينَ
يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ
قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿٣﴾ إِنَّ الَّذِينَ
يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٤﴾

وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّىٰ تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ
رَّحِيمٌ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا
أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ ۝

ترجمہ: شروع خدا کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ مومنو! (کسی بات کے جواب میں) خدا اور اس کے رسول سے پہلے نہ بول اٹھا کرو اور خدا سے ڈرتے رہو۔ بے شک خدا سنتا جانتا ہے۔ اے اہل ایمان! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کرو۔ اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو۔ (اس طرح) ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ جو لوگ پیغمبر خدا کے سامنے دبی آواز سے بولتے ہیں خدا نے ان کے دل تقوے کے لئے آزمالیے ہیں۔ ان کے لیئے بخشش اور اجر عظیم ہے۔ لوگو تم کو حجروں کے باہر سے آواز دیتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں۔ اور اگر وہ صبر کیئے رہتے یہاں تک کہ تم خود نکل کر ان کے پاس آتے تو یہ ان کے لیئے بہتر تھا۔ اور خدا تو بخشنے والا مہربان ہے۔ مومنو! اگر کوئی بد کردار تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو (مباوا) کہ کسی قوم کو نادانی سے نقصان پہنچادو۔ پھر تم کو اپنے کئے پر نادم ہونا پڑے۔

POINTS OF ORDER

جناب منظور احمد لچکی : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب چیئرمین۔ اس وقت ایوان میں I don't see any Minister.

میڈم ڈپٹی چیئرمین : سید فخر امام صاحب آگئے ہیں۔

جناب منظور احمد لچکی : وہ تو بلانے پر آرہے ہیں تو الگ بات ہے۔ ویسے ان کو ٹائم کا خود اندازہ ہونا چاہئیے۔ وقفہ سوالات چل رہا ہے۔ اور اس وقت Communication کے سوالات ہیں۔ I don't see the Minister for Communications over here. یہ تو اسمبلی نہ ہوئی مذاق ہے۔

سید فصیح اقبال : پوائنٹ آف آرڈر۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جناب فصیح اقبال صاحب on a point of order

سید فصیح اقبال : پرسوں جو ہماری یہاں debate ہوئی تھی سندھ کے فلڈ کے سلسلے میں آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ پی ٹی وی کی رپورٹ ایک تو ناکافی تھی اور جو رات کو دیتے ہیں ساڑھے گیارے بجے۔ مسلسل چھ سال احتجاج اور بار بار request کے باوجود وہ بارہ بجے میں نے خود سنی۔ اس میں جو مسائل اٹھائے گئے تھے وہ بالکل انہوں نے صاف کر دیئے، سنسر کو دیئے ایک تو میں نے اور مخدوم خلیق صاحب نے بھی سٹوڈنٹس کے مسئلے میں بتایا تھا کہ Student camp کو پولیس نے ختم کر دیا اور لڑکوں کو پکڑا اور انہیں سرزنش کی۔ اس کا کوئی ذکر نہیں۔ اور جو عنوان تھا۔ جنہوں نے تقریریں کیں۔ اس کا بالکل الٹا، ایک ایک لائیں، اور بعض ناموں کو وہ حذف کر گئے ہیں۔ میں ایک مرتبہ آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ یہ منسٹر صاحب اور حکومت کے نوٹس میں لائیں۔ میں بھی اس سلسلے میں جو کارروائی کر سکتا ہوں بحیثیت چیئرمین کے وہ کروں گا لیکن ایوان کی information کے لئے رپورٹنگ بہتر نہیں ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : آپ چونکہ اس کمیٹی کے چیئرمین ہیں۔ آپ اس مسئلہ کو اٹھائیں لیکن میں request کروں گی۔ unfortunately Information Minister تو یہاں نہیں ہیں لیکن میں موجود منسٹر صاحب موجود ہیں ان س request کروں گی کہ وہ آپ کی اور سینٹ کی یہ feeling منسٹر صاحب تک پہنچائیں۔ اور پھر آئندہ پریس اور ٹی وی والے اس چیز پر کافی توجہ دیں۔

QUESTIONS AND ANSWERS

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جناب راجہ محمد افضل خان صاحب۔

@5. ***Raja Muhammad Afzal Khan :** Will the Minister for Communication be pleased to state:

(a) whether it is a fact that PCOs number 416211, 416516, 424592, 425440, 427071, 559630 and 558466 were installed at different places of Rawalpindi and dues of Rs. 9,35,961, 6,51,373, 8,95,353, 23,45,793, 11,95,276, 2,36,805 and 6,96,784 respectively are outstanding against them;

(b) whether it is also a fact that a number of officers and officials of the PTC were involved for installation of the aforesaid PCOs without observing prescribed procedure ;

(c) whetehr it is also a fact that the cases of the aforesaid PCOs were sent to the FIA for investigation ; and

(d) if so, the steps taken by the Government to recover the outstanding dues and the action, if any, taken against the officers and officials responsible in installation of said PCOs?

Mr. Muhammad Azam Khan Hoti : (a) (i) No. These were installed as private telephones at different places.

(ii) The outstanding dues indicated are correct.

@Deferred from 12th August, 1992.

(b) No.
(c) No.

(d) Telephones in questions have been closed. Cases have also been field in civil court for recovery of outstanding amounts."

میڈم ڈپٹی چیئرمین : کوئی ضمنی سوال؟ فخر امام صاحب کیا آپ communication کو deal کر رہے ہیں؟

سید فخر امام : منسٹر صاحب ہی اس کا جواب دیں گے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : اب اس طرح انتظار تو نہیں کر سکتے۔ وقفہ سوالات شروع بھی ہو گیا ہے بلکہ تاخیر سے شروع ہوا ہے۔ یوں کر سکتے ہیں کہ پہلے education والے سوالات لے لیں۔

سید فخر امام : جی بالکل اسی سے start کر لیں۔ یہ آخر میں دو سوال ہیں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : سوال نمبر ۸۷ میر عبدالجبار صاحب۔

87. ***Mir Abdul Jabbar :** Will the Minister for Education be pleased to state :

(a) the total amount spent on goods purchased for the Islamabad Model School for Boys, G-10/4, Islamabad during 1990-91; and

(b) whether these purchases were made in accordance with the rules ?

Syed Fakhar Imam : (a) The total amount spent on goods purhcased for the Islamabad Model School for Boys, G-10/4, Islamabad during 1990-91 is Rs. 6,56,804; details of the purchases are at Annex-A.

(b) Purchases have been made in accordance with the specifications of the items given in the tenders and also the orders were placed to the lowest bidders throughout. However, approval of the competent authority could not be obtained. The matter is being investigated.

میڈم ڈپٹی چیئرمین : کوئی ضمنی سوال؟

جناب منظور احمد لچکی : He was not ready for that ان کو پتہ نہیں تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ یہ سوال آخر میں آئیں گے۔ سوال یہ ہے کہ پہلا سوال جو Communication کا ہے۔ وہ نہیں ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : میں آپ سے کہہ رہی ہوں۔ میں نے آپ کے سامنے اس بات کو object کیا ہے کہ ان کو ہونا چاہئیے تھا۔

جناب منظور احمد لچکی : جبار صاحب کے سپلیمنٹری ہیں لیکن وہ چونکہ بہت پیچھے تھے۔ اس لیئے وہ ابھی باہر گئے ہیں اور انہوں نے واپس آنا ہے۔ اب ان کو یہ تو پتہ نہیں تھا کہ آخر والے پہلے لے لیں گے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جی اب دونوں طرف سے یہ نہ ہو جب ایوان شروع ہو گیا پھر اس کو بھی موجود ہونا چاہئیے تھا۔

سید فصیح اقبال : جناب والا! بی کا سوال یہ ہے کہ Whether these purchases were made in accordance with the rules? In reply to this ایک اس میں تو یہ ہے کہ انہوں نے ٹینڈر کر کے خریدا لیکن اس میں "....However, the approval of the competent authority could not be obtained. The matter is being investigated." تو اس میں رولز کی خلاف ورزی تو ہوئی ہے اگر وزیر مانتے ہیں کہ رولز کی خلاف ورزی ہوئی ہے تو ان کی کیا تحقیقات ہو رہی ہے۔

سید فخر امام : اس کے اوپر ایک انکوئری ہو رہی ہے کہ this was brought to the Ministry only very recently and we have set up an inquiry and as soon as the inquiry is done یہ جو ہمیں informally پتہ چلا ہے کہ the lowest bids were accepted and probably here has been no untoward thing but competent authority کی approval نہیں لی گی that will be

obtained.

سید فصیح اقبال : میں وزیر موصوف کی اطلاع کے لیئے عرض کرتا ہوں کہ آج کل یہ رواج ہو گیا ہے educational institutions میں کہ ایک ہی آدمی کی تین چار کمپنیاں ہوتی ہیں وہ ring بنا کر دیتے ہیں لہٰذا آپ اس کو بھی دیکھیں کہ اسی قسم کی شکایت اور سکولوں کے بارے میں ہے جو فیڈرل حکومت سے متعلق ہیں۔

سید فخر امام : ضرور دیکھیں گے۔

Madam Deputy Chairman : Any supplemantary on question No. 5?

سید عبداللہ شاہ : جناب والا! میں وزیر موصوف سے پوچھوں گا کہ یہ کہتے ہیں کہ یہ private places پر تھے اور جب ان کے اوپر لاکھوں روپیہ کے dues ہو گئے تو پھر disconnect ہوئے اور کبھی تو ۵ سو روپے پر disconnect ہو جاتا ہے تو ان کو یہ خاص رعایت کیوں ہوئی ہے۔

جناب محمد اعظم خان ہوتی : جناب چیئرمین، پہلے تو میں معافی چاہتا ہوں میں ایک دفعہ آیا لیکن یہاں کورم نہیں تھا تو قومی اسمبلی کا اجلاس ہو رہا تھا میں اس میں چلا گیا میں نے کہا کہ اجلاس شروع ہو گا تو میں آجاؤں گا اس کی معافی چاہتا ہوں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : اس ہاؤس کو بھی اہمیت دے دیا کریں۔

جناب محمد اعظم خان ہوتی : جی میں آیا تھا۔ اس وقت کورم نہیں تھا طارق چوہدری صاحب میرے گواہ ہیں تو جناب والا! جن پی سی اوز کا ذکر ہے اور پہلے بھی یہ سوال آیا تھا یہ آئی ایس ڈی telephones ہیں جو پی سی اوز نہیں تھے Private telephones تھے اور ان لوگوں نے قائدے کے مطابق لیئے لیکن نئے ٹیلیفون تھے ان کو غیر قانونی طور پر پی سی او کے طور پر استعمال کیا گیا اور نئے telephones کے بلوں کا طریقہ کار کچھ ایسا ہوتا ہے کہ پہلا بل تقریباً چار، پانچ ماہ کے بعد آتا ہے تو اس دوران وہ تین چار مہینے اس پر بل چڑھتے گئے

اس کی تفصیل بھی موجود ہے اور جب یہ پتہ چلا کہ ان کی اتنی زیادہ billing ہے تو اسی وقت اس کے خلاف کارروائی کی گئی اور وہ کاٹا گیا اور کیس کورٹ میں بھی لے گئے اور ایف آئی اے بھی اپنے طور پر اس کی تحقیقات کر رہی ہے کہ یہ جو Private telephones تھے ان کو غیر قانونی طور پر پی سی اوز کے طور پر کیوں استعمال کیا گیا۔

Madam Deputy Chairman : Mr. Alam ali Laleka on point of order.

Mian Alam Ali Laleka : Madam Chairperson Sahiba this question is hit by sub-section 10 of Rule 47, of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, which reads-

> "(x) it shall not repeat in substance questions already answered in the Assembly or Senate or disallowed by the Chairman during the last four months;".

(interruption)

Mian Alam Ali Laleka : It was answered as I remember.

میڈم ڈپٹی چیئرمین : یہ defer ہوا تھا۔

سید عبداللہ شاہ : میرا سوال یہ تھا کہ ایک فون پر ۹ لاکھ ۳۵ ہزار ۹ سو اکسٹھ روپے دکھائے گئے ہیں تو کیا یہ ایک مہینے میں ہوئے دو مہینے میں ہوئے Why are they sleeping? کتنے عرصے میں یہ بل ۹ لاکھ روپے پر چلا گیا۔

جناب محمد اعظم خان ہوتی : جناب والا! آئی ایس ڈی ٹیلیفون کو اگر پی سی او کے طور پر استعمال کیا جائے اور دن رات استعمال ہو تو N.W.D ٹیلیفون جو عام ہوتے ہیں ایس ٹی ڈی اگر اس کو بھی کثرت سے استعمال کیا جائے تو اس کے بل زیادہ ہوتے ہیں آئی ایس ٹی تو پھر بہت زیادہ ہوتے ہیں لیکن میری گزارش یہ ہے کہ جو billing ہے اس کی تفصیل میرے پاس ہے اور وہ پہلے ہی شروع میں چونکہ اس نیت سے لیئے گئے تھے کہ ان کو غیر

قانونی طور پر استعمال کیا جائے گا یہ ایک جرم تھا اس کو کثرت سے استعمال کیا گیا اور جب پہلا بل آیا تو ساتھ disconnection آیا اور جب احساس ہوا تو اس کو فوری طور پر کاٹ دیا گیا یہ ریکارڈ میرے پاس موجود ہے subsequent جو مہینے میں اس میں پھر اس کی billing نہیں ہے وہ جو عام آتے ہیں لیکن شروع میں اس کے بل۔ آئی ایس ڈی اگر زیادہ استعمال کیا جائے تو اس کے بل زیادہ آسکتے ہیں۔

ڈاکٹر بشارت الٰہی : جناب والا! یہ منسٹر صاحب فرمارہے ہیں کہ آئی ایس ڈی ٹیلیفون اگر ہو اور اسے زیادہ استعمال کیا جائے تو بل زیادہ آسکتا ہے اور انہوں نے کہا کہ ایس ٹی ڈی جو ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ایس ٹی ڈی کا بل کم آئے گا اگر اسے اتنا استعمال کیا جائے میرا ان سے اختلاف ہے اب آج کل پاکستان کے اندر rates جو ہیں وہ بین الاقوامی rates سے زیادہ ہیں یہ کوئی دلیل نہیں کہ چونکہ یہ آئی ایس ٹی تھا اس لیئے ان کے بل زیادہ آئے ہیں۔

Even telephones whioch are not ISD they can have a very heavy bill شاہ صاحب نے تو ۹ لاکھ point out کیا یہاں پر ۲۳، ساڑھے ۲۳ لاکھ کا بھی بل ہے تو منسٹر صاحب ہمیں یہ کیوں نہیں بتادیتے کہ یہ کتنے مہینوں کا تھا کب یہ ٹیلیفون لگے کب یہ کاٹے گئے ان کا پہلا بل کب ان کو دیا گیا So that the membes, are satisfied, instead of giving an answer کہ جی بل لمبا ہو سکتا ہے ہم مانتے ہیں بل لمبا ہو سکتا ہے لیکن ساڑھے ۲۳ لاکھ is a big amount of money.

جناب محمد اعظم خان ہوتی : جناب والا! ایک ٹیلیفون کی مارچ ۹۲ء میں پہلی billing گئی ہے۔

Dr. Bisharat Ellahi : After how many months ?

Mr. Muhammad Azam Khan Hoti : We started from November, 1991.

اور پھر بڑھتا گیا ۸۵ ہزار ۶ سو اٹھائیس، پھر ۳ لاکھ ۴۹ ہزار ۵۱۶۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : یہ ماہوار اتنا بڑھتا گیا۔

جناب محمد اعظم خان ہوتی : جو اس میں وہ شامل ہوتا گیا بڑھتا گیا، پھر جنوری ۱۹۹۲ء کو یہ ۴ لاکھ ۶۷ ہزار ہو گیا۔

ڈاکٹر بشارت الٰہی : یہ بل ان کو جاتے رہے ہیں۔

جناب محمد اعظم خان ہوتی : جی جاتے رہے ہیں۔

Dr. Bisharat Ellahi : No. No. I beg your pardon. This is contrary to what the Minister actualy told us. He said

کہ جب جب نیا ٹیلیفون لگتا ہے تو بل بھیجنے میں دیر ہو جاتی ہے۔

جناب محمد اعظم خان ہوتی : جناب والا! یہ billing تو چونکہ میٹر پر آتی رہتی ہے billing تو کہیں جاتے نہیں میٹر تو چلتا رہتا ہے یہ الگ بات ہے کہ بل چوتھے یا پانچویں مہینے جاتا ہے یہ میں میٹر ریڈنگ کی بات کر رہا ہوں جو میٹر ریڈنگ آتی رہی ان کو بل جا کر دوسرے یا تیسرے مہینے میں ملا جبکہ میٹر ریڈنگ جب سے ٹیلیفون لگا نویں دسویں مہینے سے شروع ہوا وہ میں میٹر ریڈنگ کے متعلق بتا رہا ہوں کہ وہ gradually increase ہوا بل ان کو اس وقت گیا چوتھے پانچویں مہینے جبکہ اس کا ۶ لاکھ اکاون ہزار تین سو تئیس روپے جمع ہو چکا تھا اس سے پہلے بل نہیں گیا میٹر چلتا رہا۔

Dr. Bisharat Ellahi : This was the first bill sent to the subscriber.

Mr. Muhammad Azak Khan Hoti : Yes, please. The meter was monthly-wise which I am trying to explain.

اسی طرح دوسرا ٹیلیفون جو ہے وہ نومبر ۹۱ کو لگا اس مہینے میں ۷ ۳۳ ۴۷ روپے دوسرے میں چار لاکھ اٹھہتر ہزار پانچ سو اسی ہوا اور اس طرح جب بل اس کو گیا تو گیارہ لاکھ ۹۵ ہزار ۲ سو چھہتر ہو چکا تھا اور پھر چھٹے بل میں disconnection ساتھ گیا اور ساتھ ہی disconnect

ہو گیا جبکہ ۱۱ لاکھ ۹۵ ہزار ۵ سو چھتیس پر جب وہ کاٹا گیا تو پھر وہ تھوڑی بہت جو reading رہ گئی تھی سابقہ وہ اس میں ریکارڈ ہوئی۔

راجہ محمد افضل : جناب والا! یہ سوال میرا تھا پچھلی دفعہ defer اس لیئے ہوا تھا کہ منسٹر صاحب نے وعدہ فرمایا تھا کہ اس کی تفصیلات میں table پر رکھ دوں گا ممبران کے دیکھنے کے لیے۔ تمام ایوان کا اس بات پر اتفاق تھا کہ یہ معاملہ کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے تو انہوں نے defer کروایا کہ میں next ٹائم تمام تفاصیل ایوان کی میز پر رکھ دوں گا لیکن ابھی تک مجھے بھی اس کی تفاصیل نہیں دی گئیں۔ یہ میرا سوال ہے تو میرے یہ گزارش ہے کہ یہ بڑا اہم معاملہ ہے پچھلی دفعہ وزیر صاحب نے جو ضمنی سوالوں کے جواب دیئے تو اس میں انہوں نے خود مانا کہ اس کی ایف آئی اے تحقیق کر رہی ہے تو اگر ایف آئی اے تحقیق کر رہی ہے یا نہیں کر رہی ہے تو یہ کمیٹی کے حوالے کر دیا جائے۔ یہ بہت بڑی embezzlement ہے یہ public money ہے اور یہ House Custodian ہے اور اس کو دیکھ لینے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ کمیٹی کے حوالے کر دیا جائے تو اس کی چھان بین ہو سکے گی یہ جو ہماری متعلقہ قائمہ کمیٹی ہے اور میرا خیال ہے وزیر صاحب کو بھی ان کو اتنا defend نہیں کرنا چاہیئے یہ معاملہ شائد ان کی وزارت سے بھی پہلے کا ہے اور یہ خواہ مخواہ ان کو اتنا defend کر رہے ہیں جو کہ نہیں کرنا چاہیئے تھا اور اگر یہ کمیٹی میں چلا جائے تو اس میں اعتراض کیا ہے۔

Madam Deputy Chairman : Mr. Hasan A. Shaikh on point of order.

Mr. Hasan A. Shaikh : Point of order on the one hand the honourable Minister says on the floor of the House that this matter is being dealt by FIA, in the written reply to 'c' i.e., whether it is also a fact that the cases of the aforesaid PCO's were sent to the FIA for investigation, the reply is 'no', which is correct.

جناب محمد اعظم خان ہوتی : جناب چیئرمین! میں نے پچھلی دفعہ معزز چیئرمین کی

ruling پر کہا تھا میرے پاس جو تفصیل ہے وہ میں پیش کروں گا۔ اگر ہاؤس چاہے تو میں کاپی ٹیبل کو دوں تا کہ تمام ممبران کو مل جائے تو مجھے کرئی اعتراض نہیں ہے۔ جہاں تک دوسری بات کا تعلق ہے کہ ایف آئی اے اس کو probe کر رہی ہے تو میں نے کہا کہ ہم نے ایف آئی اے کو نہیں کہا ایف آئی اے اپنے طور پر probe کر رہی ہے جب ان کو پتہ چلا یہ پرائیویٹ ٹیلی فون پی سی اوز کی حیثیت سے استعمال ہوئے ہیں جہاں تک محکمے کا تعلق ہے ایک صارف اور محکمے کے درمیان اگر ایک صارف dafaulter ہو جائے۔ Accouding to the hiring contract تو ہمارے پاس یہی راستہ ہوتا ہے ہم ٹیلی فون disconnect کر کے dues کی recovery کے لیئے سول کورٹ میں جا سکتے ہیں ہم recovery کے لئے سول کوٹ میں گئے ہیں اور ٹیلی فون disconnect کیا ہے۔ ایف آئی اے اپنے طور پر اس کو probe کر رہی ہے۔ جناب والا! صرف یہ نہیں اگر کوئی embezzlement ہوتی تو محکمہ اس کو چھپاتا۔ محکمے نے جب بے قاعدگی دیکھی اوزیادہ billing دیکھی تو ٹیلی فون disconnect کر کے کورٹ میں ان کی وصولی کے لئے گئی جہاں ہزاروں cases ایسے ہوتے ہیں جہاں subscribers defaulter ہوتے ہیں محکمہ disconnect کر کے کورٹ میں جاتا ہے پیسوں کی وصولی کے لئے۔ کیونکہ اس میں آئی ایس ڈی ٹیلی فون تھے۔ کوئی بھی شہری حقدار ہے اور وہ شرائط پوری کرے اور وہ لے سکتا ہے یہاں پر بے قاعدگی جو ہوئی وہ یہ کہ پرائیویٹ ٹیلی فون کو پی سی اوز کے طور پر استعمال کیا گیا اس نتیجے میں billing آئی جب محکمے کے ریکارڈ پر یہ بات آئی محکمے نے ٹیلی فون disconnect کیا اور ایف آئی اے کو جب پتہ چلا تو محکمے نے ایف آئی اے کو approach نہیں کیا۔ ایف آئی اے اپنے طور پر اس کو probe کر رہی ہے اس طرح تو ہزاروں cases ہوتے ہیں جناب والا! جس پر excess billing آئی ہے، default ہوتا ہے اور محکمہ اپنی کارروائی کرتا ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : ڈاکٹر بشارت الٰہی سپلیمنٹری۔

Dr. Bisharat Ellahi : Madam Chairman, I would like to ask the honourable Minister to inform as about the dates on which these telephones were installed-whether they were installed on different months and different dates or installed together?

جناب محمد اعظم خان ہوتی : جناب والا! پہلا ٹیلی فون جو ہے اس کی reading شروع ہوئی ہے اور date of installation is 28.5.1991 دوسرا کا ہے۔۹۱۔۱۱۔۱۸ تیسرے کا ۹۱۔۱۱۔۳ چوتھے کا ۹۱۔۸۔۲۱ پانچویں کا ۹۲۔۲۔۱۲ اور چھٹے کا ۹۲۔۵۔۶۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : شکریہ، next question ۔ایک question میں پندرہ منٹ ہوگئے ہیں۔ سید مظہر علی شاہ last سپلیمنٹری۔

سید مظہر علی : وزیر موصوف صاحب نے فرمایا تھا کہ نئے telephones کا چار پانچ مہینے کے بعد بل آتا ہے اگر آپ کا یہ طریقہ کار ہے تو اس قسم کے واقعات کروڑوں اربوں میں چلے جائیں گے۔ ایک تو میری تجویز یہ ہے کہ یہ چار پانچ مہینے کے بعد کیوں آتا ہے ایک مہینے کے بعد کیوں نہیں آتا۔ ایک سوال۔ دوسری میری عرض یہ ہے اس کا طریقہ کار یہ ہے دنیا میں جہاں انسان جاتا ہے آپ اپنے میٹر پر چیک رکھتے ہیں یہ ۲۰۔۲۵ ہزار ۵۰ ہزار روپے سے زیادہ ہو تو اس کو وہاں روک دیں ورنہ یہ واقعات روز ہوتے رہیں گے ہر چیز کا علاج ہوتا ہے ابھی تک آپ نے علاج پیش نہیں کیا آپ توضیعات پیش کر رہے ہیں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : شکریہ، next question سید اقبال حیدر صاحب۔

@7. ***Syed Iqbal Haider :** Will the Minister for Communications be pleased to state the rates of the (a) telephone call (b) telex (c) telegram charges for local calls. STD/Long Distance Calls and the overseas calls, as on 31st March, 1989, 1st July, 1990, 1st July, 1991 and 1st July, 1992?

Mr. Muhammad Azam Khan Hoti : The service wise rates are given in the following Annexures :

@ Deferred from 12th August, 1992

A-Telephone Local Calls.
B-NWD Call Charges.
C-Inland Trunk Calls.
D-Overseas Telephone Calls.
E-Inland Telex Calls.
F-International Telex Calls.
G-Inland Telegram.
H-International Telegram.

(Annexures have been placed in the Senate Library).

میڈم ڈپٹی چیئرمین : سپلیمنٹری۔

جناب محمد اعظم خان ہوتی : جناب چیئرمین! اس میں میں نے تفصیل پیش کرنی تھی پچھلی دفعہ یہ سوال آئے تھے دوبارہ دہرائے جارہے ہیں۔

Syed Iqbal Haider : My first objection is that for the benefit of the members, since it relates to all, the reply should have been circulated to all members like all other questions and this is not a healthy and desirable tendency to give the reply to me alone whereas all the members would be interested in knowing the reply to my question. In fact the whole of Pakistan is interested in knowing reply to my question.

میڈم ڈپٹی چیئرمین : سید اقبال حیدر صاحب جہاں annextures زیادہ ہوتے ہیں وہاں صرف ممبر کو دیکر باقی ساری کاپیاں لائبریری میں رکھ دی جاتی ہی آپ اگر چاہتے ہیں تو منسٹر صاحب کو request کریں گے۔ وہ باقی لوگوں کو بھی دیں گے۔

سید اقبال حیدر : چیئرمین صاحبہ پیچھے یہ reply تھا اگر اس کو پرنٹ میں چلادیتے تو کوئی چرج نہیں تھا۔ ابھی اگر تمام ممبران کو دے دیں تو۔

جناب محمد اعظم خان ہوتی : جناب چیئرمین! میں اجازت چاہوں گا کیونکہ یہ جواب تھوڑی سی تفصیل کا محتاج ہے۔ کیونکہ یہ کئی حصوں میں ہے اور اس کا جواب بھی تھوڑا لمبا ہے اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں تین چار منٹ میں کوشش کروں گا۔ جناب چیئرمین

پچھلی دفعہ بھی یہ سوال آیا تھا ایک تو ہمارے in land اور overseas tariff میں فرق ہے ہماری in land جو cells ہیں اس کی جو میٹر reading ہے اس کی pulse setting ہے اور وہ pulse کے حساب سے چلتا ہے۔ ڈھائی سیکنڈ کے بعد ایک leap forward 'pulse کرتا ہے جو کہ ایک لوکل کال ہوتی ہے۔ پھر سارے پاکستان کو مختلف زون میں تقسیم کیا گیا ہے ہے ایک زون چالیس کلو میٹر کا ہے جس کو slabs کہا جاتا ہے ٹیلی فون کی اصطلاح میں اور اس طرح فاصلے کے حساب سے جون جون slab بڑھتے جاتے ہیں اسی طرح پھر یہ میٹر جو ہے وہ leap forward کرتا ہے pulse چلتا ہے ایک منٹ میں چھ pulse ہوتے ہیں اور ایک pulse دس سیکنڈ کا ہوتا ہے۔ میں ایک مثال دوں گا مثلاً اسلام آباد سے یا پشاور سے کراچی ٹیلی فون کیا جائے تو ڈھائی سیکنڈ کا ایک pulse چلتا ہے اگر اس کو calculate کیا جائے تو ایک منٹ میں ۲۴ pulse آتی ہیں اور ایک pulse ایک لوکل کال کے برابر ہوتا ہے لہٰذا ۲۴ لوکل کالز ۴۸ روپے ایک منٹ میں آجاتے ہیں یہ pulse کا حساب ہے جو ٹیکنیکل ہے۔ دوسرا یہ دن جو ہے ۲۴ گھنٹے میں تقسیم کیا گیا ہے۔ صبح ساڑھے سات بجے سے لیکر شام ساڑھے آٹھ بجے تک Full tariff چلتا ہے۔ ساڑھے آٹھ سے گیارہ بجے تک half ریٹ چلتا ہے۔ ساڑھے گیارہ بجے رات سے لیکر صبح تک کوارٹر ریٹ چلتا ہے اور پھر صبح ساڑھے پانچ بجے سے لیکر ساڑھے سات بجے تک پھر half ریٹ چلتا ہے۔ یہ چند ایک چیزیں ہیں جس کی تفصیل چاہئے اس کو ہم revise کر رہے ہیں جہاں تک انٹر نیشنل تعلق ہے وہ ہمارے دوسرے دنیا کے حساب سے tariff کے agreement ہوتے ہیں کیونکہ ان کی incoming کالز ہوتی ہیں ہماری جاتی ہیں لہٰذا ہم اس کو exceed نہیں کر سکتے وہ ہمارے ریٹ کے جو bilateral agreements ہوتے ہیں اس حساب سے ہم چلتے ہیں اس لئے وہ کم پڑتے ہیں اقبال حیدر صاحب کا ایک پچھلی دفعہ سوال تھا اگر ایک دفعہ ٹیلی فون کریں اور آگے سے engage آئے تو وہ بھی چارج ہو جاتا ہے قطعاً نہیں ہوتا pulse تب شروع ہوتا ہے جب دوسری طرف سے ٹیلی فون اٹھتا ہے

ان کا ایک اور اعتراض تھا کہ اگر ایک منٹ یا آدھا منٹ بات کریں تو charging تین منٹ کی ہوتی ہے تین منٹ کی charging اس صورت میں ہوتی ہے جب اپریٹر کے through کال بک کی جائے تو ایک منٹ بھی بات کی جائے لیکن اس کا tariff تین منٹ کا چارج ہوگا این ڈبلیو ڈی پر اگر خود ڈائل کریں تو pulse کے حساب سے ہوگا۔ مثال کے طور پر میں نے یہاں سے ٹیلیفون کراچی کیا اور صرف اتنا کہا کہ میں آج شام کو کراچی پہنچ رہا ہوں اس کے بعد میں نے بند کر دیا تو دورانیہ پانچ سیکنڈ کا ہوگا اس پر مجھے جو میٹر چارج کرے گا وہ دو pulse کرے گا، مطلب یہ ہے کہ مجھے چار روپے ادا کرنا پڑیں گے ایسا نہیں ہوگا کہ مجھے 48 روپے دینا پڑیں۔

(مداخلت)

میڈم ڈپٹی چیئرمین : ایک سیکنڈ، پہلے ان کو، تم تو کر لینے دیں۔

جناب محمد اعظم خان ہوتی : جناب والا، یہ ہمارا اس وقت سسٹم ہے۔ لیکن اب ہم اس کو revise کر رہے ہیں، جب یہ ایکسائز ڈیوٹی لگی ہے billing زیادہ ہوئی ہے ہم خود ہی محسوس کر رہے ہیں کہ ہمیں اس سسٹم کو revise کرنا چاہیئے billing بھی excess جا رہی ہے۔ حال ہی میں ہم نے پچھلے ہفتے ایک انٹرنیشنل مشہور فرم ہے، ٹی اینڈ ٹی، امریکن فرم ہے، جو کہ billing کی expert ہے، ہم نے ان کو consultancy دی ہے اور کہا ہے کہ ہمیں آپ آٹھ ہفتے میں بتائیں کہ ہم اپنی billing کو کس طرح صحیح کر سکتے ہیں، prompt کر سکتے ہیں speedy distribution اور speedy collection کر سکتے ہیں۔ اس کے بارے میں وہ ہمیں آٹھ ہفتے میں رپورٹ دیں گے اس میں جو involvement ہو گی، اس کے لئے ڈیپارٹمنٹ تیار ہے۔ اب جیسے ہمارے محترم رکن نے اعتراض کیا تھا چند دن پہلے کہ billing دیر سے کیوں جاتی ہے۔ جناب والا، یہ سسٹم پرانا ہے، اس لیئے نئے ٹیلیفون لگنے کے بعد دو چار مہینے نیا بل جانے میں لگ جاتے ہیں اب ہم کوشش کر رہے ہیں کہ ایک ہی premises میں Exchange to Customer service ہم کوئی کر سکیں

تاکہ وہیں پر prompt اور speedy distribution ہو، وہیں پر collection ہو۔ صرف تین ماہ کی تکلیف ہے، اس کے بعد سسٹم تبدیل ہو جائے گا۔

سید اقبال حیدر : جناب والا،

میڈم ڈپٹی چیئرمین : اب تو وزیر صاحب نے بڑی تفصیل سے جواب دے دیا ہے۔

سید اقبال حیدر : جناب والا، وزیر صاحب کے جواب پر مجھے تھوڑا سا اعتراض ہے اس لئیے کہ میرے پاس اپنے بل موجود ہیں کہ دس منٹ کے عرصہ کے اندر مجھ سے ۱۹ کالز چارج کی گئی ہیں، ایک ہی نمبر پر، اس کے بارے میں، میں نے جنرل منیجر ٹیلیفون سے معلوم کیا کہ یہ کیا بات ہے۔ جب ایک چیز عملی طور پر ناممکن ہے کہ میں ایک ہی نمبر پر ایک منٹ میں تین دفعہ try کروں اور بات کروں۔ اس پر تین کالز کے چارجز بھی ہوں۔ انہوں نے کہا کہ یہ اس لئیے ہوا ہوگا کہ آپ نے تین دفعہ try کیا ہوگا وہاں پر نمبر engage ہوگا۔" The word used by the authorities was we charged the air time. I have an evidence. I will just produce that evidence to the Honourable Minister.

میڈم ڈپٹی چیئرمین : آپ ان کو provide کر دیں۔

سید اقبال حیدر : محترمہ ہم پر جو عذاب ۶۰ فیصد ایکسائز ڈیوٹی کا لگا ہے۔ ایک تو ۵۸ وہ چارج کر رہے ہیں، اوپر سے ۶۰ فیصد ایکسائز ہمیں ادا کرنا پڑ رہی ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : کافی ٹائم ہو گیا ہے۔ میں تو اہم سوال کی وجہ سے ٹائم دے رہی ہوں ویسے اب تو بہت ٹائم ہو گیا ہے۔

سید اقبال حیدر : محترمہ، وزیر صاحب، مجھے برصغیر میں وہ ملک بتا دیں جہاں پر ایک شہر سے دوسرے شہر میں بات کرنے کے charges یہاں سے زیادہ ہوں۔

جناب اعظم خان ہوتی : جناب چیئرمین صاحب، مجھے وہ ملک بتا دیں جہاں دامن کوہ

میں بیٹھ کر دھمیال کیمپ تک دو روپے میں بات ہو سکتی ہو، پھر وہ بھی بتائیں۔

(مداخلت)

میڈم ڈپٹی چیئرمین : اقبال حیدر صاحب، تشریف رکھیں۔اس طرح آپ کے باقی سوال رہ جائیں گے۔

سید اقبال حیدر : میرا یہ کہنا ہے کہ پاکستان میں جو ٹیلیفون کے charges ہیں وہ دنیا میں سب سے زیادہ ہیں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : آپ تشریف رکھیں۔ وزیر صاحب نے کہہ دیا ہے کہ ہم اس سسٹم کو ٹھیک کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

(مداخلت)

سید اقبال حیدر : کاش کہ وہ دن آئے جب انہیں اپنی جیب سے بل دینا پڑیں۔

سید مظہر علی : ضمنی سوال،

میڈم ڈپٹی چیئرمین : اس طرح تو سارا وقت اسی پر ختم ہو جائے گا۔

سید مظہر علی : محترمہ،ایک ضمنی سوال، میں وزیر صاحب سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ مجھے آپ کے محکمے نے اطلاع دی ہے اور میرے فاضل ساتھی شاید سننا چاہئیں۔ تین ممالک کے the highest rates بتاتا ہوں۔ ہمارے ملک کا ۱۴۴ روپے ہے سری لنکا میں ۱۴۔۲۰ روپے بنگلہ دیش میں ۴۰۔۲۰ روپے فلپائن میں ۴۵۔۳۸ روپے یہ اطلاعات میں ہوا میں سے نہیں لایا ہوں یہ اطلاعات بھی مجھے انہی کے محکمے نے فراہم کی ہیں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : اعظم خان ہوتی صاحب، آپ اس پر کوئی comments دینا چاہئیں گے۔

جناب محمد اعظم خان ہوتی : میں یہ نہیں کہتا کہ سب ٹھیک ہے۔ ہمارے محکمے میں خامیاں ہوں گی کوتاہیاں ہوں گی، billing زیادہ ہو گی۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : انہوں نے زیادہ ممالک کی بات نہیں کی ہے بلکہ تین ممالک

کے ریٹ کا فرق بتایا ہے۔

جناب محمد اعظم خان ہوتی : میں ان کی بات مانتا ہوں۔ میں نے کہا تھا کہ لوکل کال فلیٹ ریٹ پر بہت کم ممالک میں ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : اگلا سوا، اقبال حیدر صاحب،

ڈاکٹر بشارت الٰہی : پوائنٹ آف آرڈر،

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جی، ڈاکٹر صاحب،

ڈاکٹر بشارت الٰہی : آپ نے ruling دے دی ہم accept کر لیں گے لیکن یہ بہت اہم معاملہ ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : اسی لیئے اتنا ٹائم دیا ہے۔

ڈاکٹر بشارت الٰہی : سید مظہر علی صاحب نے جو بات کی ہے، باقی ملکوں کے rates بتائے ہیں۔ We would like the Minister to respond to it. ہمیں اس ملک میں رہنے کی کیوں سزا مل رہی ہے۔ جب کہ ہمارے نزدیکی ملکوں کے ریٹ آدھے بھی نہیں بلکہ ایک چوتھائی ہیں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : وزیر صاحب کو ان ریٹوں کا پتہ نہیں تھا تبھی تو انہوں نے لوکل rate کی بات کی ہے۔ اگلا سوال ۵۵، سید اقبال حیدر صاحب،

+55. ***Syed Iqbal Haider :** Will the Minister for Education be pleased to state the names of the mosques and religious Schools (Dini Maddrassas) receiving any subsidy, aid, loan or donation from any foreigner or person, authority, institution or agency abroad, indicating also the details of such donations received from abroad by each institution during the last five years ?

میڈم ڈپٹی چیئرمین : ضمنی سوال،

سید اقبال حیدر : جناب چیئرمین! میرا یہ سوال بھی لاجواب ہے حسب معمول جواب نہیں آیا ہے۔ کیونکہ اس میں حکومت کی بہت ساری باتیں کا انکشاف ہوتا ہے میں نے محترمہ سوال کیا تھا کہ وزیر صاحب بتائیں۔

+Transferred from the Ministry of Religious Affairs.

The names of the Mosques and Religious Schools Deeni Madarasas receiving any subsidy aid, loans, or donations from any foreigners or person, authority, institution or agency abroad, indicating also the details of such donations received from abroad by them.

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جب جواب ہی نہیں آیا تو آپ کو اس کا جواب کون دے گا۔ انور سیف اللہ صاحب، کیا آپ جواب دیں گے۔

جناب انور سیف اللہ خان : جی، میڈیم چیئرمین صاحبہ، وزیر تعلیم کو کہیں جانا تا بڑ گیا ہے ان کی Islamization of Education پر ایک میٹنگ ہے۔ عرض یہ ہے کہ سوال کے متعلق ابھی تک یہ کنفیوژن رہے کہ یہ سوال وزارت مذہبی امور کا ہے یا وزارت تعلیم کا ہے، اس کے بارے میں طے کیا جارہا ہے، ابھی کچھ وقت دیا گیا اس بات کا جواب ضرور دیا جائے گا۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : تو اس کو پھر defer کر دیتے ہیں۔

سید اقبال حیدر : میں نے سنا ہے کہ کل اس سیشن کا آخری دن ہے۔ sorry پرسوں۔

جناب انور سیف اللہ خان : ہم نے تو نہیں سنا، میرا خیال ہے کہ ایک ہفتہ دے دیں تو جواب ہم دیں گے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : میرا خیال ہے کہ اسے defer کر دیتے ہیں کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ information حاصل کر رہے ہیں۔

سید اقبال حیدر : ٹھیک ہے اگلے ہفتے آجائے۔ اگر ریکوزیشن چلے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : ٹھیک ہے، اگلے ہفتے، ڈاکٹر بشارت الٰہی صاحب، پوائنٹ آف آرڈر،

ڈاکٹر بشارت الٰہی : میرا خیال ہے کہ اقبال حیدر صاحب کو انہوں نے indirectly سوال کا جواب تو دے دیا ہے کہ وزیر موصوف کسی میٹنگ میں ہیں جو کہ اسلامائزیشن آف

ایجوکیشن پر ہو رہی ہے۔ اس سوال کا تعلق اسی سلسلے سے ہے لیکن میں ان کو یہ کہتا ہوں کہ مجھے آج تک یہ سمجھ نہیں آئی کہ ان کا اسلامائزیشن آف ایجوکیشن سے مطلب کیا ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : میر عبدالجبار صاحب، پوائنٹ آف آرڈر، اس طرح آپ لوگوں کے سولات پورے نہیں ہوں گے۔ پھر گلہ آپ لوگ ہی کرتے ہیں۔

میر عبدالجبار : میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اکثر و بیشتر دیکھا گیا ہے کہ ہمارے سوالات کے جوابات نہیں آتے ہیں حالانکہ آپ کا آفس وزارتوں کو اچھا خاصا ٹائم دیتا ہے کیا وجہ ہے کہ ہمارے جوابات نہیں آتے اور یہ مذاق کیوں کیا جارہا ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : شکریہ جناب، سید اشتیاق اظہر صاحب،

80. ***Syed Ishtiaq Azhar :** Will the Minister for Communications be pleased to state :

(a) the qualification and other experience required for appointment as Chairman and Director (Technical) Port Qasim Authority; and

(b) the reasons for not filling up the vacancy of Chairman PQA ?

سید فصیح اقبال : میں وزیر موصوف سے پوچھوں گا کہ چیئرمین صاحب کا نام وسعی صاحب ہے جو کہ ریٹائرڈ مرل ہیں۔ کیونکہ نام نہیں دیا گیا ہے۔

جناب محمد اعظم خان ہوتی : پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمارے ہاں ڈائریکٹر نہیں ہوتے ہیں۔

سید فصیح اقبال : میں نے چیئرمین کہا ہے۔

Mr. Muhammad Azam Khan Hoti : We have Members : Member (Technical) Member (Administration).

آپ نے جو سوال پوچھا ہے "چیئرمین کی وجہ" یہ ہے کہ he has already been

appointed.

سید فصیح اقبال : دوسرا ضمنی سوال، کیا اس میں صوبوں کی نمائندگی ہے کیونکہ پی کیو اے، ۱۹۷۳ء میں قائم ہوئی ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : اعظم خان ہوتی صاحب، آپ سوال کر کے بیٹھ جایا کریں۔

جناب محمد اعظم خان ہوتی : آپ چیئرمین کا پوچھ رہے ہیں یا ممبرز کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔

سید فصیح اقبال : جی، میں ممبر کے بارمیں پوچھ رہا ہوں۔

جناب محمد اعظم خان ہوتی : ممبر کا کوٹہ نہیں ہوتا ہے بلکہ یہ تعلیم اور تجربہ کی بنیاد پر رکھے جاتے ہیں۔ تاہم کوشش کی جاتی ہے کہ کسی صوبہ کو نظر انداز نہ کیا جائے۔

سید فصیح اقبال : ۱۹۷۳ء کے بعد جو کارپوریشن بنی ہیں، ان میں آئینی طور پر ہر صوبے کی نمائندگی کا حق ہے۔ فیڈریشن کا یہ تقاضا ہے۔

جناب محمد اعظم خان ہوتی : کوشش یہ کی جاتی ہے کہ صوبوں کو برابر کی نمائندگی دی جائے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : ''کوشش کی جاتی ہے'' ابھی کی نہیں ہے۔

(قہقہے)

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جناب سید اقبال حیدر صاحب۔

سید اقبال حیدر : جناب وزیر صاحب یہ بتائیں گے کہ موجودہ چیئرمین پورٹ قاسم کب appoint ہوئے ہیں وہ کس دن appoint ہوئے ہیں اور جو ان سے پہلے چیئرمین تھے انہوں نے کیوں استعفیٰ دیا؟

جناب محمد اعظم خان ہوتی : جناب چیئرمین! موجودہ چیئرمین پورٹ قاسم کے ۲۸۔۱۱۔۹۱ کو appoint ہوئے تھے اور انکا نام وصی حیدر ہے اور پہلے والے جو تھے ان کو routine میں جیسے فیڈرل گورنمنٹ posting کرتی ہے اور ایک چیئرمین جاتا ہے تو کوئی

وجہ نہیں تھی خاص It was in the interest of the Organization

Madam Deputy Chairman : Abdullah Shah Sahib on supplementary.

Syed Abdullah Shah : My question is that the answer says that the post has been filled on 28-11-91, so will the honourable Minister give us the qualifications and experience of the Member Technical, because they say he has to have a vast/varied experience. So who is going to judge as to the vast experience and I would like to know the experience of this gentleman who is on this Board ?

Madam Deputy Chairman : Azam Khan Hoti Sahib, Minister for Communications.

جناب محمد اعظم خان ہوتی : جناب چیئرمین ! کسی ادارے کو چلانے کے لیئے باصلاحیت لوگوں کو ضرورت ہوتی ہے اور ہمیشہ جو بھی پوسٹ ہوتی ہے متعلقہ شعبے میں، اس کے لیئے اس کی تعلیم اور اسی کے تجربہ کے مطابق آدمی کا انتخاب کیا جاتا ہے یقیناً پورٹس کچھ ایسی چیزیں ہیں پورٹ قاسم اس کا زیادہ تر تعلق نیوی سے ہے۔ اور مرچنٹ اور کمرشلائزڈ بھی ہے۔ تو کوشش کی جاتی ہے کہ ایسا ہے کہ جو نیوی سے بھی واقف ہو جس کی ٹیکنیکل know-how بھی ہو۔ ship میں اور Ship Management میں ایڈمنسٹریشن میں اور technically بھی ان تمام چیزوں کو دیکھ کر پھر وفاقی حکومت فیصلہ کرتی ہے اور وہ اپنی دانش کے مطابق ایک فیصلہ کرتی ہے کہ اس کے تجربہ اور صلاحیت کے مطابق کرتی ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جناب سید عبداللہ شاہ صاحب۔

Syed Abdullah Shah : No fresh notice because it is a normal supplementary.

جس کا جواب منسٹر نے نہیں دیا میں نے پوچھا کہ اس موصوف کی qualification کیا ہے

کتنا تجربہ ہے اس کی تعلیمی قابلیت کیا ہے وہ بتائیں ہمیں؟

میڈم ڈپٹی چیئرمین : ان کے لیئے فریش نوٹس آپ کو چاہیئے؟

Syed Abdullah Shah : He should be ready because this is a normal supplementary.

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جناب اعظم خان ہوتی صاحب۔

Mr. Muhammad Azam Khan Hoti : I can not remember the qualification of each and every employee of the Ministry of Communications this is something impossible.

میڈم ڈپٹی چیئرمین : سید عبداللہ شاہ صاحب فریش نوٹس دے دیں۔

اگلا سوال نمبر ۸۱ سید اشتیاق اظہر صاحب۔

81. ***Syed Ishtiaq Azhar :** Will the Minister for Communications be pleased to refer to a news item appearing in daily Jang on 12-12-1991 and state that whether it is a fact that Maj. Gen. (Retd.) Hadayat Ullah Niazi has been appointed as Acting Chairman of National Highway Authority if so its reasons ?

Mr. Muhammad Azam Khan Hoti : No. Maj. Gen. Hadayat Ullah Khan Niazi is a serving Army officer, and has been appointed Chairman of National Highway Authority on regular basis. He assumed the charge of his office on February 11, 1992.

میڈم ڈپٹی چیئرمین : ضمنی سوال۔

جناب منظور احمد لچکی : محترمہ میں یہ وزیر موصوف سے پوچھنا چاہوں گا کہ اس نیشنل ہائی وے اتھارٹی میں کتنے ڈائریکٹرز ہیں اور ان کا تعلق کن کن صوبوں سے ہے ان کے نام مجھے بتادیں؟

جناب محمد اعظم خان ہوتی : جناب چیئرمین! ڈائریکٹر تو بہت زیادہ ہیں تفصیل مجھے اس وقت معلوم نہیں ممبرز اگر پوچھیں تو بتا سکتا ہوں۔ ممبر پلاننگ، ممبر کنسٹرکشن،

ممبر فنانس، یہ تین تو وہ ہیں جو اس ادارے کے ممبرز ہیں۔ اور اسکے علاوہ پھر وفاقی حکومت کے جو سیکرٹری فنانس، سیکرٹری اکانومک آفیئرز ڈویژن، سیکرٹری پلاننگ اور سیکرٹری کمیونیکیشن یہ اس بورڈ کے ممبر ہوتے ہیں۔ ان سات کو ملا کے اور چیئرمین جو ہوتا ہے وہ آٹھواں ہوتا ہے چار وفاقی سیکرٹری ہوتے ہیں ان چار وزارتوں کے، تو تین اس کے اپنے ممبرز ہوتے ہیں اور چوتھا چیئرمین ہوتا ہے جو چیئر کرتا ہے۔

جناب منظور احمد لچکی : نہیں جی میرا سوال مختلف ہے میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ وہ کون سا اس میں ادارہ ہے نیشنل ہائی وے اتھارٹی میں کہ جہاں پر صوبوں کو represent کیا جاتا ہے وہ کون سا عہدہ ہوتا ہے ؟

جناب محمد اعظم خان ہوتی : جناب چیئرمین! ان تمام وفاقی اداروں کے ذیلی ادارے جو ہوتے ہیں صوبائی، وہ صوبوں میں ہوتے ہیں۔ اور صوبوں میں کوشش کی جاتی ہے کہ وہاں کے مقامی لوگ جو ہیں وہ ان اداروں میں زیادہ کھپائے جائیں۔ نیشنل ہائی وے اتھارٹی چونکہ پہلے ہائی وے بورڈ تھا اور حال ہی میں ابھی وہ نیشنل اتھارٹی بنا ابھی اس کی تشکیل بھی پوری نہیں ہوئی اس کا infrastructure ابھی بنا نہیں۔ ایک سو چالیس اس کے مستقل ملازمین تھے جو نیشنل ہائی وے بورڈ کے تھے۔ اور بہت سے ملازمین انجینئرز تک ورک چارج تھے۔ چونکہ بھرتی پر پابندی تھی اب چونکہ اس کا انفراسٹرکچر بنے گا اور ریکوٹمنٹ بحال ہو جائے گی تو اس کے بعد پھر اس چیز کو مد نظر رکھا جائے گا کہ صوبوں کو حتی الامکان کھپایا جائے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جناب جام کرار صاحب آن سپلیمنٹری۔

حاجی جام کرار الدین : No سپلیمنٹری۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : میر عبدالجبار صاحب ضمنی سوال۔

میر عبدالجبار : جس صورت میں پاکستان کے نیشنل ہائی وے کا دو تہائی حصہ بلوچستان سے گزرتا ہے بہت بڑا ہائی ویز بلوچستان سے گزرتا ہے تو کیا اسباب ہیں کہ ہنوز

بلوچستان کا وہاں کوئی ممبر نہیں رکھا گیا؟

جناب محمد اعظم خان ہوتی : جناب چیئرمین اس سے پہلے جیسے میں گزارش کر چکا ہوں یہ نیشنل ہائی وے بورڈ تھا اور اس کا دائرہ اختیار بہت محدود تھا اب جب سے نیشنل ہائی وے اتھارٹی بنا ہے اور جوں جوں اس کی ذیلی ایڈمنسٹریشن صوبوں میں جا رہی ہیں اس کے بعد اس کا خیال رکھا جا رہا ہے یہ اب جا کر پھیل رہا ہے چونکہ حال ہی میں establish ہوا ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : ابھی complete نہیں ہوا ہے جی۔

جناب محمد اعظم خان ہوتی : ابھی نہیں ہوا جی، ابھی تو ابتداء ہے۔

جناب منظور احمد لچکی : جناب میں عرض کرنا چاہوں گا کہ نیشنل ہائی وے اتھارٹی کو تو دو سال سے زیادہ ہو گیا ہے کہ اس میں convert ہو گیا ہے اس عرصے کے دوران ابھی تک اس کی formation مکمل نہیں ہوئی اور آپ کو یاد ہے کہ اسی اسمبلی میں یہیں پر وزیر مواصلات نے وہ وعدے کئے تھے کہ قومی اسمبلی اور سینٹ سے ممبران لیئے جائیں گے اور یہ ہاؤس کے اندر وعدے تھے۔ اور میرا خیال ہے کافی ممبران کو یاد ہو گا تو میں سمجھتا ہوں کہ کیا اب تک وہ ساری چیزیں implement نہیں ہو سکی ہیں اور یہاں وعدہ کیا تھا کہ ہم ترمیم دوبارہ لائیں گے جواب تک نہیں کیا جا سکا، یہ کب تک مکمل کریں گے؟

جناب محمد اعظم خان ہوتی : جناب چیئرمین! میں پہلے بھی گزارش کر چکا ہوں کہ ابھی تک اس کا انفراسٹرکچر مکمل اس لئے نہیں ہوا کہ بھرتیوں پر پابندی تھی اور ابھی تک ورک چارج اور ایڈہاک ملازمین جو ہیں وہاں کام کر رہے ہیں لیکن ابھی ہو رہا ہے۔ دوسری بات یہ کہ یہ جس طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ وزیر مواصلات نے یہاں پر وعدہ کیا تھا کہ اس میں نیشنل اسمبلی اور سینٹ سے ایک ایک ممبر لیا جائے گا تو وہ نیشنل ہائی وے اتھارٹی میں نہیں تھا وہ نیشنل ہائی وے کونسل میں تھا جس کے چیئرمین جناب وزیر اعظم ہیں اور اس میں وہی مختلف منسٹر پلاننگ، منسٹر فنانس منسٹر کمیونیکیشن۔۔۔

(مداخلت)

میڈم ڈپٹی چیئرمین : منسٹر کی بات تو ختم ہونے دیں آپ کو وقت دیا جائے گا ان کو پہلے بات پوری کرنے دیں جی ہوتی صاحب۔

جناب محمد اعظم خان ہوتی : میں بولوں گا ہی نہیں مجھے بات پوری کرنے ہی نہیں دیتے۔ تو جناب چیئرمین! اس commitment کے تحت سینٹ سے ایک معزز رکن نیشنل ہائی وے کونسل نے جناب فصیح اقبال صاحب، اور نیشنل اسمبلی سے جام معشوق علی کو نامزد کیا گیا ہے۔ جو کہ منتخب نمائندے ہیں اور ان صوبوں سے تعلق رکھتے ہیں۔۔۔۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : منسٹر صاحب یہ nominate اس نے کئے ہیں؟

جناب محمد اعظم خان ہوتی : پرائم منسٹر نے خود کیے ہیں کیونکہ وہ خود چیئرمین نیشنل ہائی وے کونسل ہیں، وہ کرتے ہیں۔

جناب منظور احمد لچکی : پوائنٹ آف آرڈر جناب چیئرمین صاحبہ۔ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ اس دن جو منسٹر commitment کی ہیں اس ریکارڈ کو بھی نکالوں گا جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں وہ صحیح نہیں کہہ رہے ہیں۔ وہ نیشنل ہائی وے اتھارٹی کے بارے میں تھا جب ترمیم move کی گئی ہے تو ہم سے یہ کہا گیا کہ lapse ہو گا فنڈز، اور اگر آپ لوگوں نے منظور نہ کیا تو وعدہ یہ تھا کہ ایک ماہ کے اندر اگلے سیشن میں اس کی ترمیم move کریں گے اور نمائندگی ہوئی دونوں Houses سے، اب یہ کہہ رہے ہیں کہ جی وہ کونسل کے بارے میں تھا یہ ریکارڈ میں موجود ہے۔

جناب محمد اعظم خان ہوتی : جناب چیئرمین! میں نہیں سمجھ سکتا کہ مجھ سے پہلے منسٹر صاحب جو تھے قابل احترام، انہوں نے یہ وعدہ نیشنل ہائی وے اتھارٹی کے بارے میں کیسے کیا، یہ ٹیکنیکل ادارہ ہے۔

(مداخلت)

میڈم ڈپٹی چیئرمین : ہمارے پاس ریکارڈ موجود ہے یہ کہہ رہے ہیں ریکارڈ ہے

نکلوادیں گے تو۔۔

جناب محمد اعظم خان ہوتی : میں نہیں سمجھتا کہ اتھارٹی کے بارے میں کیسے commitment دی۔۔۔

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل : میں عرض کروں کہ جب بل پاس ہو رہا تھا جناب والا! یہ واضح commitment تھا۔

(مداخلت)

میڈم ڈپٹی چیئرمین : مندوخیل صاحب! یہ کیوں نہیں بہتر رہے گا کہ جو Assurance Committee ہے ہماری وہ اس کو دیکھ لے یہ یقین دہانی اگر ہمیں منسٹر نے دی ہے تو۔

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل : جناب والا! یہ تو واضح بات ہے اور ہائی وے اتھارٹی کا جب بل پیش ہوا تو ہم نے ترامیم پیش کیں اور وزیر متعلقہ نے کہا کہ جاپان نے امداد دی ہے۔۔۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : عبدالرحیم صاحب میں آپ سے agree ہوں لیکن متعلقہ منسٹر کہہ رہے ہیں کہ ہم نے نہیں لیئے۔

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل : پھر آپ ریکارڈ منگوالیں۔

(مداخلت)

میڈم ڈپٹی چیئرمین : ریکارڈ نکلوا کر وہ دیکھ لیتے ہیں۔ میر عبدالرحمٰن جمالی صاحب پوائنٹ آف آرڈر۔

میر عبدالرحمٰن جمالی : جناب چیئرمین صاحبہ۔ جہاں تک ہمیں یاد پڑتا ہے۔ جب یہ بل پاس کر رہے تھے ان کے جو predecessor منسٹر صاحب تھے انہوں نے بالکل یہ commitment کی تھی۔ And it is on record ذرا یہ چیک کر لیا جائے اور اعظم ہوتی صاحب سے میں request کروں گا کہ یہ ان کی غلطی نہیں ہے۔ ان سے پہلے جتوئی صاحب

تھے۔انہوں نے بالکل یہ commitment کی تھی۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : یہ ریکارڈ ہم نکلوا لیتے ہیں۔جناب اعظم خان ہوتی صاحب۔

جناب محمد اعظم خان ہوتی : جناب چیئرمین۔ نیشنل ہائی وے اتھارٹی کا ایکٹ موجود ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : اعظم خان ہوتی صاحب جب سارے ممبر کہہ رہے ہیں تو کسی بنیاد پر کہہ رہے ہوں گے۔ آپ ریکارڈ نکلوانے کے بعد پھر بات کریں۔

جناب محمد اعظم خان ہوتی : میں کب انکار کر رہا ہوں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : آپ ریکارڈ نکلوانے کے بعد بات کریں۔

Next question

لیفٹیننٹ جنرل (ریٹائرڈ) سعید قادر : پوائنٹ آف آرڈر۔ یہ پچھلا مسئلہ I don't think the Minister is کے پاس جانا چاہئیے۔ Assurance Committee involved in it, House Assurance Committee کا طریقہ کار ہے۔جو ایوان میں assurance دی جاتی ہے وہ House Assurance committee دیکھے۔بات ختم ہو گی اس کا ریکارڈ نکالنے کی ضرورت نہیں ہے۔یہ Assurance Committee کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس چیز کو دیکھے۔اب طریقہ کار کے مطابق کام کرنا چاہئیے۔رولز کے ماتحت ہی کام ہونا چاہئیے۔اب ایوان نے کمیٹی بنائی ہوئی ہے ایوان اس کے خلاف کیسے فیصلہ دے سکتا ہے کہ اسے کمیٹی کے حوالے نہ کیا جائے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : Next question

Syed Iqbal Haider : Please refer it to the House Committee.

Madam Deputy Chairman : Yes, it is referred to the House Assurance Committee.

میڈم ڈپٹی چیئرمین : Next question. سپلیمنٹری سید فصیح اقبال صاحب۔

سید فصیح اقبال : یہ پوسٹل کارپوریشن کا آرڈیننس ہے۔ کیا اس کا بل بھی آئے گا سینٹ یا نیشنل اسمبلی میں؟

جناب محمد اعظم خان ہوتی : جناب چیئرمین، بل تو ٹیبل ہو چکا ہے۔ اور وہ کمیٹی کے پاس جا چکا ہے نیشنل اسمبلی میں۔ وہاں سے پاس ہو کر پھر یہاں آئے گا۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : کوئی ضمنی سوال؟ نہیں ہے۔ Next question سید اشتیاق اظہر صاحب ۸۲۔

82. ***Syed Ishtiaq Azhar :** Will the Minister for Communications be pleased to state whether there is any proposal under consideration of the Government to establish a Postal corporation in the country; If so when ?

Mr. Muhammad Azam Khan Hoti : Yes, The Pakistan Postal Services Corporation has been established with effect from 1-8-1992 through promulgation of as Ordinance by the President.

میڈم ڈپٹی چیئرمین : کوئی ضمنی سوال؟ نہیں ہے۔ Next question ۸۳ ڈاکٹر محمد ریحان صاحب۔

83. ***Dr. Muhammad Rehan :** Will the Minister for Parliamentary Affairs be pleased to state whether there is any proposal under consideration of the Government to revise the salaries and allowances of the members of the Parliament, if so, when ?

Ch. Amir Hussain : the proposal had remained under consideration of the Government and a Bill to this effect was introduced in the National which was later on revoked. The matter will be taken up again at an appropriate time.

Dr. Muhammad Rehan : I will like to ask the concerned honourable Minister what is meant by the appropriate time and

what are the hurdles in the way of the govenment that it is not coming out with a fresh Bill ?

میڈم ڈپٹی چیئرمین : چوہدری اسد الرحمٰن صاحب۔

چوہدری اسد الرحمٰن : میں کہوں گا کہ جو ہوا بل لانے کی وجہ سے، اس وجہ سے تھوڑا سا رکا ہوا ہے وقت پر کر دیا جائے گا۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : سپلیمنٹری جناب عالم علی لالیکا صاحب۔

جناب عالم علی لالیکا : جناب والا! میں تو ان کی خدمت میں عرض کروں گا کہ بقول شاعر

تم تو غم دے کر بھول جاتے ہو
مجھ کو احسان کا پاس رہتا ہے

حیران ہوں کہ جب ایک چیز کی انہوں نے انکوائری کی اور خود اس پر proposal بنائی۔ ہماری مشکلات کا اندازہ خود لگایا اور خود تمام چیزوں کے اخراجات بڑھ جانے کی وجہ سے اسے ڈرافٹ کیا۔ پھر اب اسے روک کر کیوں بیٹھے ہیں۔ میں تو ان کو سمجھاؤں گا کہ

اے زر تو خدا تو نہیں
لیکن بوجوہ قاضی الحاجات

ہماری بھی ضروریات ہیں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جناب اسد الرحمٰن صاحب آپ اس کے بارے میں کوئی جواب دیں گے ؟

چوہدری اسد الرحمٰن : جناب چیئرپرسن صاحبہ میں یہی کہوں گا کہ حکومت کو پارلیمنٹ کے اراکین کی جو تکالیف ہیں اور جائز مشکلات ہیں ان کا احساس ہے۔ اور کیبنٹ نے پہلے فیصلہ کیا تھا جس کی وجہ سے وہ بل نیشنل اسمبلی میں لایا گیا۔ تو کچھ غلط فہمیوں کی بناء پر میں بحیثیت رکن پارلیمنٹ یہ کہوں گا کہ غلط فہمیوں کی بناء پر adverse reaction ہوا۔

جناب عالم علی لالیکا : میں وزیر صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ

حق کی قوت سے زیادہ جب کوئی قوت نہیں
آپ کو ڈر پھر کس لئے قوت باطل سے ہے

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جناب! چوہدری اسد الرحمٰن صاحب اور کوئی جواب ہے آپ کے پاس؟

چوہدری اسد الرحمٰن : جی نہیں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : کوئی ضمنی سوال؟ جناب فصیح اقبال صاحب۔ ضمنی سوال۔

سید فصیح اقبال : بات یہ ہے کہ شعرا نہوں نے کہہ دیا۔ بات یہ ہے کہ یہ مراعات نہیں ہیں۔ یہ الاؤنسز ہیں۔ اس میں جو حکومت نے ۸۶ء سے اب تک قیمتیں بڑھائی ہیں، ٹیلی فون پر، پی آئی اے پر۔ ریلوے پر۔ آپ سمجھیں تین سو فیصد بڑھ چکی ہیں۔ مجھے افسوس یہ ہے کہ آپ اس کو، بل کی شکل میں جب لے کر آتے اس میں یہ ہو سکتا ہے۔ آپ نے سول سروسز کی بڑھائی ہیں۔ آپ نے judiciary کی بڑھائی ہیں آئین میں ترمیم کر کے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑانا جائز ہو گا۔ آپ یہ کیوں توقع رکھیں کہ جب آپ وہ سہولتیں ممبر کو نہیں پہنچا سکتے۔ یہ مراعات ہرگز نہیں۔ یہ تنخواہ بالکل نہیں ہے۔ یہ تو الاؤسز ہیں۔ جب ایک آدمی کراچی جائے گا تو اس نے ٹکٹ خریدنا ہے۔ جو rates بڑھے ہیں وہ تین سو فیصد، میرے خیال سے ۸۶ء سے چار سو فیصد بڑھے ہیں۔ ریلوے، پی آئی اے اور ٹیلیفون کے۔ تو اب اس سلسلے میں آپ دیکھیئے کہ اس میں کوئی ایسا واضح، اصل میں، حیران ہیں کہ یہ شاید.....

(interruption)

میڈم ڈپٹی چیئرمین : آپ تقریر نہ کریں۔ آپ مختصر کر کے پوچھیں۔

سید فصیح اقبال: یہ بتایا جائے کہ آخر یہ کب فیصلہ ہو رہا ہے بل کی ضرورت نہیں ہے اس میں۔

چوہدری اسد الرحمٰن : یہ جلد فیصلہ ہو جائے گا جی۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : یہ Commitment آپ نے کر لی۔ جناب میر عبدالرحمٰن جمالی صاحب۔

میر عبدالرحمٰن جمالی : کیا منسٹر صاحب کوئی وجوہات بتا سکیں گے کہ ہم نے قصور کیا کیا ہے۔ کیوں نہیں بڑھا رہے ہیں؟

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جناب عبداللہ شاہ صاحب سپلیمنٹری ۔

سید عبداللہ شاہ :جناب چونکہ یہ الاؤنس نہیں بڑھا رہے تو اسی وجہ سے تو قومی اسمبلی کا کورم بار بار نہیں ٹوٹ رہا؟

چوہدری اسد الرحمٰن : میں عوام کے نمائندوں کی خدمت میں صرف اتنا عرض کروں گا خود بھی میں انہی میں سے ہوں۔

یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں نمائندہ ہونا

میر عبدالجبار : وہ کون سے اسباب تھے جن کی وجہ سے وہ بل مسترد کر دیا گیا تھا۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : وہ انہوں نے پہلے ہی بیان کر دیئے ہیں۔ جناب چوہدری اسد الرحمٰن صاحب۔

چوہدری اسد الرحمٰن : جناب چیئرپرسن صاحبہ میں سمجھتا ہوں۔ میں خود دیانت داری سے سمجھتا ہوں کہ وہ criticism جو ہوا تھا اس بل پر۔ وہ justified نہیں تھا۔ لیکن عوام کے نمائندوں نے، قومی اسمبلی کے اراکین نے سمجھ کر کہ چونکہ یہ قوم میں کچھ ہوا ہے criticism تو وہ In good grace انہوں نے وہ بل واپس لے لیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ممبران قومی اسمبلی نے national interest میں بہت زیادہ ذاتی قربانی کی تھی اور اس سسٹم کے وقار کو ملک میں قائم رکھتے کے لیئے ذاتی قربانی کی ہے۔ otherwise وہ کوئی unjustified نہیں ہے اور کابینہ کا بھی فیصلہ تھا کہ جو ممبران پارلیمنٹ ہیں ان کی

تکالیف ان کی مشکلات اور ان کو جو دقتیں ہیں عوامی نمائندگی کے لیئے وہ ساری جائز ہیں۔

جناب منظور احمد لچکی : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! جو کچھ وزیر موصوف کہہ رہے ہیں۔ یہ عجب ہے کہ نیشنل اسمبلی نے اسے پاس کیا۔ پاس کرنے کے بعد انہوں نے دوسرے دن اسے withdraw کیا۔ تو نیشنل اسمبلی نے جب اسے پاس کیا تھا۔ تو withdraw کرنے کا right کیسے دوبارہ ان لوگوں نے استعمال کیا؟ اس کی کیا وجوہات ہیں؟

چوہدری اسد الرحمٰن : میڈم چیئرپرسن صاحبہ۔ یہ تو قانونی اور آئینی بات ہے۔ اس سلسلے میں میرے خیال میں بحث میں نہیں الجھنا چاہیئے۔ واقعات میں نے بتادیئے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : Last supplementary عالم علی لالیکا صاحب۔

جناب عالم علی لالیکا : چیئرپرسن صاحبہ۔ میں ایک تو وزیر صاحب سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ نہ صرف اسلامی جمہوری اتحاد نے بلکہ پی ڈی اے نے، اس ملک کی تمام سیاسی پارٹیوں نے اس کی افادیت سے اتفاق کرتے ہوئے، اس کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے، جب اس کی تائید کردی تھی تو کیا وہ اس ایوان کو کوئی assurance دینا پسند فرمائیں گے۔ اور آخر میں میں یہ کہوں گا کہ چونکہ یہ last supplementary ہے، ان کی خدمت میں عرض کروں گا کہ

؎ یادش بخیر قاصد یہ کہنا ان سے جاکر
وہ گھولنا نہ بھولے ہم رولنا نہ سیکھے

میڈم ڈپٹی چیئرمین : اگلا سوال نمبر ۸۴۔

84. ***Dr. Muhammad Rehan :** Will the Minister for Communications be pleased to state :

(a) whether it is a fact that the over head bridge at Amangarh, District. Nowshera, N.W.F.P., on the Grand Trunk Road is in a dilapidated condition ;

(b) the expenditure incurred on the repairs of the said bridge since its completion ; and

(c) the action taken against he contractor responsible for substandard construction of the said bridge ?

Mr. Muhammad Azam Khan Hoti : (a) It is not correct that the condition of overhead bridge at Amangarh, district Nowshera, on G. T. Road is in a dilapidated condition. Structure of the Bridge is in perfect condition.

(b) Routine maintenance of this bridge and approaches is being carried out by NHA, alongwith N-5 from the maintenance funds.

میڈم ڈپٹی چیئرمین : کوئی ضمنی سوال نہیں، اگلا سوال نمبر ۸۵۔

85. **Mr. Alam Sher Khan Mahsud :** Will the Minister for Communications be pleased to state :

(a) the names of Districts/Agencies not connected with Direct dialing facility so far ; and

(b) the time by which WANA will be provided this facility ?

Mr. Muhammad Azam Khan Hoti : (a) 1. Kohlu, 2. Dassu, 3. Kachhi, 4. Bolan, 5. Wana.

(b) WANA shall be provided NWD facilities by June, 1993.

سید عبداللہ شاہ : ضمنی سوال جناب، یہ جو جواب دیا گیا ہے اس میں کچھی شہر کا بھی ذکر ہے تو کچھی کو کب تک این ڈبلیو ڈی کی سہولت دی جائے گی۔

جناب محمد اعظم خان ہوتی : جناب والا! ڈائریکٹ ڈائیلنگ کے لئے criteria ہے اور وہ یہ ہے کہ ایکسچینج کا آٹو ہونا اور ایکسچینج کی capacity چار سو لائن یا اس سے زیادہ ہو رہی ہے جون جون توسیع ہو رہی ہے اور جون جون Exchanges replace ہو رہے ہیں اور

جون جون ایکسچینجوں کی capacity بڑھ رہی ہے تو جو بھی ایکسچینج چار سو یا چار سو سے زیادہ ہو گا اس کو این ڈبلیو ڈی سے منسلک کر دیا جائے گا۔

Madam Deputy Chairman : Anyother supplementary? Next question No. 86.

86. ***Mir Abdul Jabbar :** Will the Minister for Law and Justice be pleased to state :

(a) the criteria adopted for the appointment against the post of Research Officer in the Law and Justice Division ;

(b) the number of regular/*adhoc* Research Officers working in the division, indicating also their names, grades, date of appointment and place of domiciles; and

(c) whether Balochistan province has been given its due quota for the said.

Ch. Abdul Ghafoor : Ad-seriatim reply to the question are as follows:-

(a) The solitary post of Research Officer in the Law and Justice Division is filled in 100% by initial recruitment through the Feeral Public Service Commission on Merit basis.

(b) Mr. Abdul Qadir Khan is the incumbent of the post in BPS-18 with effect from the 25th August, 1988. His place of Domicile is Jhelum, the Punjab.

(c) Since the post is filled in on Merit basis, the question of maintaining regional quota does not arise.

میر عبدالجبار : ضمنی سوال جناب والا! کیا ریسرچ افسر کی پوسٹ کے علاوہ دیگر پوسٹیں جو ہیں وہ کس ذریعے سے پر کی جاتی ہیں۔

چوہدری عبدالغفور : معزز رکن ازراہ کرم ذرا سوال دوہرا دیں۔

میر عبدالجبار : جناب والا! میں نے وزیر موصوف کی خدمت میں یہ گزارش کی ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ ریسرچ افسر کو سو فیصدی ہم میرٹ پر لیتے ہیں تو میں نے کہا کہ اس کے علاوہ اور لوگ بھی اس میں بھرتی ہوتے ہوں گے اور اسامیاں بھی ہوں گی وہ کس حساب سے لیتے ہیں اور کس طریقے سے لیتے ہیں۔

چوہدری عبدالغفور : جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ یہ چونکہ صرف یہ ایک ہی پوسٹ ریسرچ افسر کی ہمارے محکمے میں ہے اور اس ایک ہی پوسٹ کو میرٹ پر فیڈرل پبلک سروس کمیشن کے ذریعے پر کیا گیا اس لیئے وہ وہ سو فیصدی ہی شمار ہو گی اور وہ ۱۹۸۸ء میں میرٹ پر لی گئی تھی اس کے علاوہ اور کوئی پوسٹ ہے نہیں اس لئے کسی اور کوٹہ کا پورا کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

Syed Abdullah Shah : Will the honourable Minister be pleased to tell us the educational qualification of this incumbent Mr. Abdul Qadir Khan ?

چوہدری عبدالغفور : اس کی دو qualifications میں عرض کر دیتا ہوں کہ ایک تو وہ Law Graduate ہو، پانچ سال کا اس کا تجربہ ہو یا وہ Barrister-At-Law ہو اور اس کا ۵ سال کا تجربہ ہو۔

سید عبداللہ شاہ : اس کی کیا ہے educational qualification۔

چوہدری عبدالغفور : Not particularly mentioned here لیکن he qualifies

میڈم ڈپٹی چیئرمین : شکریہ۔ جناب، اگلا سوال ۸۹ سید اقبال حیدر صاحب۔

89. ***Syed Iqbal Haider :** Will the Minister for Communications be pleased to state the number of telephone connections recommended by Senators out of their quota since 1-4-91 indicating also the number of connection installed/not installed against the said quota and the reasons for non-installation; if any?

Mr. Muhammad Azam Khan Hoti : Out of total of 6,849 recommended, 3528 have been installed and another 1,213 Demand Note have been issued. A total of 2108 telephones are pending for various regions.

Detailed information is being collected and will be placed on the table of the House as soon as possible.

Syed Iqbal Haider : Only half answer is there and that is taken as half read, because the information that I had sought is incomplete, in the first instance. The honourable Minister says that the detailed information is being collected and will be placed on the table. So, I would say that let this question be deferred to next week, with the detailed information.

Secondly, my supplementary is....

میڈم ڈپٹی چیئرمین : پھر آپ سپلیمنٹری کیسے کر رہے ہیں when you want

to defer this question.

Syed Iqbal Haider : But because they have given the half information.

میڈم ڈپٹی چیئرمین : اگر سوال defer کرنا ہے ہم سوال کو defer کرتے ہیں پھر بعد میرے آپ سوال کر لیں۔

سید اقبال حیدر : ٹھیک ہے۔

Madam Deputy Chairman : Mir Abdul Jabbar on point of order.

Mir Abdul Jabbar : Madam Chairperson, I will submit myself before you and the House requesting that why my question was taken up first when I was not present ? On the list it was 87, so, why it was taken up earlier ?

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جبار صاحب، بات یہ ہے کہ no one was here, except Minister for Education تو سارے ایوان سے consensus لے کر question کیا گیا تھا۔

جناب محمد اعظم خان ہوتی : پوائنٹ آف آرڈر، جناب والا سید اقبال حیدر نے کہا ہے کہ سوال نمبر ۸۹ کی نصف انفارمیشن ہے اور نصف نہیں ہے بقیہ نصف انفارمیشن میرے پاس ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : ٹھیک ہے پھر اس کو لے لیتے ہیں اقبال حیدر صاحب آپ ضمنی سوال کر سکتے ہیں۔

سید اقبال حیدر : اگر وزیر صاحب کے پاس انفارمیشن ہے تو وہ تمام ممبران کو دے دیں میرا سوال یہ تھا کہ ممبران اسمبلی جو جو telephone connection recommend کرتے ہیں اس میں کتنوں کی سفارشات پر عملدر آمد ہوا اور کتنے عرصے میں ہوا I had demanded from 1st April, 1991 till today. The reply is that the total recommendations were received 6849. Out of which 3528 have been installed and for 1213 demand notices have been issued and a total of 2108 telephones are pending in various regions. My supplementary is that the mere issuance of demand notice, does it mean that it will be installed immediately or after six months or one year ?

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جناب والا میں گزارش کروں گا کہ Out of Turn Telephone وہی صارف مانگتا ہے جہاں پر عام حالت میں ٹیلیفون نہیں لگ سکتا اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ discretionary quota ہے محترم اراکین کا اور ان کو حق ہے کہ یہ کسی کو چاہیں دیں خاص کر سینیٹرز کے بارے میں لیکن چوں کہ وہاں پر کوئی نہ کوئی problem

ہوتی ہے اس لیئے Out of Turn Telephone چاہیئے ہوتا عموماً ایسی جگہوں پر discretionary quota میں ٹیلیفون جاتے ہیں جہاں پر already exchanges over loaded ہوتے ہیں یا cable network نہیں ہوتا اور جو development programme ہوتا ہے اس میں اس کے لئے انتظار کرنا پڑتا ہے جہاں تک demand note کا تعلق ہے جناب چیئرمین demand note جو ہے وہ ایک صارف کو صرف اس لیئے دیا جاتا ہے کہ وہ جا کر پیسے داخل کرے demand note کو اگر دیکھا جائے تو اس میں ۶ مہینے تک کی معیار ہوتی ہے کہ ۶ مہینے کے اندر۔۔اور وہ بھی Reigonal Manager یا جو مقامی افسر ہوتا ہے اس کی discretion پر ہوتا ہے کہ وہ اس کو extend بھی کر سکتا ہے یہ کوئی ضروری نہیں کہ demand note جاری ہو گیا تو ٹیلیفون دوسرے دن لگے گا ڈیمانڈ نوٹ کے ساتھ جو دوسرے چار فارم جاتے ہیں جس کو hiring contract کہتے ہیں جس پر دستخط کرنے کے بعد اس کی دو کاپیاں بینک میں رہ جاتی ہیں دو درخواست کنندہ کو مل جاتی ہیں جو کہ وہ خود ہی لے جا کر ٹیلیفون والوں کو دے دیتا ہے یہ ڈیمانڈ نوٹ میں کوئی پابندی نہیں اول تو اس میں شرط ہے، اگر آپ کہیں تو میں ڈیمانڈ نوٹ لا دوں گا کہ ڈیمانڈ نوٹ جاری ہونے کے بعد ۶ مہینے میں محکمہ ٹیلیفون لگائے گا اور اس وقت میں ناگزیر حالات میں توسیع کی جا سکتی ہے ڈیمانڈ نوٹ کا یہ مطلب نہیں کہ ڈیمانڈ نوٹ مل گیا تو دوسرے دن جا کر ٹیلیفون مل جائے گا ڈیمانڈ نوٹ کی شرائط پڑھی جائیں تو اس میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

سید اقبال حیدر : جناب والا میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جب demand note issue ہو جاتا ہے تو وزیر موصوف کو معلوم ہے کہ Payment has to be made within one month, or within the date specified in the demand note that you must pay the money within this period, and, on the other hand, how unfair and injust is the department is that in respect of their obligation they say that even six months delay can take place and

that delay can be extended further. What kind of justice and contract and terms and conditions are you imposing on the people of Pakistan?

Madam Deputy Chairman : Janab Azam Khan Hoti Sahib.

جناب محمد اعظم خان ہوتی : جناب چیئرمین ڈیمانڈ نوٹ کا مطلب یہ ہے کہ ایک درخواست کنندہ کو اطلاع مل جائے کہ اس کی درخواست قبول کرلی گئی ہے ٹیلیفون اس کو مل جائے گا لیکن اس شرط پر جبکہ ٹیلیفون کی سہولت وہاں موجود ہو کیبل نیٹ ورک ہو ایکسچینج میں گنجائش ہو اور اس میں صاف طور پر لکھا ہوا ہے یہ ڈیمانڈ نوٹ اب کا نہیں بنا یہ جب سے ٹی اینڈ ٹی ڈیپارٹمنٹ بنا ہے یہ ڈیمانڈ نوٹ کی شرائط موجود ہیں اور وہی ڈیمانڈ نوٹ جا رہا ہے۔ ڈیمانڈ نوٹ میں صرف پیسے نہیں لکھے ہوتے اس کی شرائط بھی ہوتی ہے اگر محترم سینیٹر کبھی غور سے اس کو پڑھ لیں تو وہ خود دیکھیں گے ہ کیا شرائط ہوتی ہیں محکمہ پر کوئی پابندی نہیں ہے۔

سید اقبال حیدر : میرا یہ سوال ہے ہی نہیں میرا تو simple سوال ہے جب آپ یہ شرط لگاتے ہیں کہ پیسے ایک مہینے میں دو تو آپ یہ شرط کیوں نہیں لگاتے کہ ٹیلیفون بھی ایک مہینے میں دیں گے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ٹیلی فون چھ مہینے میں ملے گا۔

میاں محمد اعظم خان ہوتی : یہ طریقہ کار ہے۔

LEAVE OF ABSENCE

میڈم ڈپٹی چیئرمین : رخصت کی درخواستیں۔ سید اشتیاق اظہر صاحب نے درخواست کی ہے کہ ۲۰ اگست کو وہ ایوان میں شرکت نہیں کر سکتے تھے انہوں نے ایوان سے اس تاریخ کے لئے درخواست کی ہے۔ منظور ہے۔

(رخصت منظور کی گئی)

میڈم ڈپٹی چیئرمین : Next item جناب منظور احمد گچکی صاحب آن پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب منظور احمد گچکی : جناب چیئرمین صاحبہ کچھ دن پہلے ایک requisition پر بحث ہوئی تھی اور وہ مکمل نہیں ہوا میں سمجھتا ہوں کہ آپ اس کو مکمل کروائیں کیونکہ یہ سب سے اہم مسئلہ ہے۔اور یہ ہمارے لیئے آئینی مسئلہ ہے۔اور اس کو آپ مکمل کروائیں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : میں آپ کے ساتھ بالکل agree ہوں لیکن چیئرمین صاحب کو بھی آنے دیں۔پھر ہم سارے مل کر اس کو discuss کرلیں گے۔

جناب منظور احمد گچکی : چیئرمین صاحب کل اگر اس کو prorogue کریں گے تو اس کا جواب کون دیگا۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : نہیں جی کل نہیں کر رہے۔

جناب منظور احمد گچکی : تو آج اس discussion کے لیئے لائیں گے

میڈم ڈپٹی چیئرمین : پہلے Adjournment Motion نمبر۔۔

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل : آپ نے فرمایا کہ کل نہیں prorogue کریں گے۔سوال یہ ہے کہ اہم مسئلہ ہے ایک دو دن میں اس پر بحث ہو۔۔

ADJOURNMENT MOTIONS

(i) *Re:* Dispute over the Canal water between the Provinces of Sindh and Balochistan.

(ii) Arrest of Ch. Ghulam Hussain Editor of weekly facts and *Siasi Loag* from his office in Lahore.

میڈم ڈپٹی چیئرمین : میں آپ کے ساتھ agree ہوں لیکن اس کی پوری detail سے study کرنی پڑے گی۔Adjournment Motion نمبر ۴۲ حافظ حسین احمد صاحب، وہ نہیں ہیں یہ ڈراپ ہو گیا۔۴۴ حافظ حسین احمد صاحب، نہیں ہیں، ۵۰ حافظ حسین احمد

صاحب ڈراپ۔ ۵۴ حافظ حسین احمد صاحب نہیں ہیں ۵۶ حافظ حسین احمد صاحب اور ۵۷ منسٹر محمد طارق چوہدری صاحب آپ بولیں۔ حافظ صاحب تو نہیں ہیں۔

(مداخلت)

میڈم ڈپٹی چیئرمین : نہیں جی جس ترتیب سے ہیں حافظ حسین احمد صاحب کی علیحدہ ہیں۔ وہ حاضر نہیں ہیں۔ ان کی بالکل علیحدہ ہیں کسی کے ساتھ نہیں ہیں۔ یہ ان کے separate issues ہیں۔ اب ۵۷ حافظ حسین احمد صاحب اور طارق چوہدری صاحب کا ہے۔ طارق چوہدری صاحب کا لے رہی ہوں۔ طارق چوہدری صاحب۔

جناب محمد طارق چوہدری : شکریہ جناب چیئرمین۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں تحریک کرتا ہوں کہ عوامی اہمیت کے حامل اس قومی مسئلے کو فوری طور پر زیر بحث لایا جائے کہ سندھ اور بلوچستان صوبوں کے درمیان نہری پانی کا مسئلہ حل نہیں ہو سکا جیکب آباد میں اجلاس کے دوران سندھ کے چیف انجینئر نے وفاقی حکومت کے احکامات تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اجلاس کسی نتیجے پر پہنچے بغیر ختم کر دیا گیا۔ پانی کی تقسیم کا یہ تنازعہ دو صوبوں کے درمیان عام نوعیت کا جھگڑا نہیں بلکہ اس کے نتیجے میں لوگوں کے لئیے مالی مشکلات اور علاقے کی تعمیر و ترقی پر براہ راست اثر پڑتا ہے لہٰذا اس اہم مسئلے کو فوری طور پر ایوان میں زیر بحث لایا جائے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جام یوسف صاحب۔ آپ کا اس پر نہیں ہے آپ کا ایڈیٹر جو ہے اس مسئلے پر ہے۔

جناب منظور احمد لچکی : نہیں جی پانی کے مسئلے پر بھی ہے۔ شاید سیکرٹریٹ۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : آپ کا ادھر آیا نہیں ہے۔ حافظ حسین احمد صاحب کا میرے پاس آیا ہوا ہے اور طارق چوہدری صاحب کا ہے آپ کا کل دیکھیں گے۔ آپ کا نہیں آیا۔ منسٹر Water and Power جام یوسف صاحب۔

جام محمد یوسف : opposed.

جناب محمد طارق چوہدری: محترمہ چیئرمین پرسن یہ مسئلہ دو صوبوں کے درمیان ہے اور یہ مرکزی حکومت کے زیر انتظام پانی کا مسئلہ ہے لہٰذا یہ فوری نوعیت کا بھی ہے کیونکہ اس میں دو صوبوں کا تنازعہ ہی involve نہیں ہے بلکہ پانی کی تقسیم نہ ہونے کے سبب کوئی صوبہ واضح طور پر اس کے استعمال کا فیصلہ نہیں کر سکتا اس لیئے فوری نوعیت کا بھی ہے اور مرکزی حکومت سے متعلق بھی ہے اب مسئلہ یہ ہے کہ پچھلے دنوں اسی Water Accord کے بارے میں ہماری ایک میٹنگ ہوئی تھی باتیں ہوتی رہیں جوں جوں ہم پانی کی تقسیم کا وہ مسئلہ جو نئی حکومت کے شروع میں جاروں صوبوں کے وزراء اعلیٰ کی موجودگی میں بڑی خوش اسلوبی سے طے ہوتا ہوا نظر آیا تھا اور جس پر پوری قوم نے بڑی مسرت اور خوشی کا اظہار کیا اور بجا طور پر حکومت کو یہ کریڈٹ دیا کہ ایک دیرینہ مسئلہ اس نے خوش اسلوبی سے طے کر دیا ہے اور اپر مرکزی حکومت کی بھی تعریف کی گئی اور چاروں صوبائی حکومتوں کو بھی سراہا گیا لیکن جوں جوں وقت گزرتا جا رہا ہے ہمارے سامنے حقائق اور طرح سے کھلتے جا رہے ہیں کہ وقتی طور پر ہم نے شاباش کروانے کے لیئے Water and Power منسٹری نے یا حکومت نے جس کسی نے بھی جعلی اور مصنوعی figures کو بنیاد بنا کر پانی تقسیم کیا ہے اور چاروں صوبوں کو ملنے والے پانی کی مقدار کو بڑھا دیا گیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ وہ پانی پہلے کہاں جاتا تھا کہ چاروں صوبوں کو اب زیادہ پانی ملنے لگا ہے یعنی یہ کس ممکن ہے کہ پانی پہلے سے موجود تھا اور اس کی تقسیم ہوتی تھی اب کسی ایک صوبے کا پانی کم نہیں کیا گیا لیکن چاروں صوبوں کا پانی بڑھ گیا یہ نیا پانی آیا کہاں سے؟ تو اب پتہ چلا ہے کہ سارے figures ہی جعلی تھے ساری چیزیں ہی مفروضے پر تھیں اب یہ کہ فرض کریں کہ سندھ کو ۱۰۰ ملین ایکڑ پانی ملتا تھا اب آپ نے سندھ کو دو سو ملین ایکڑ پانی دے دیا اور ساتھ ہی کہہ دیا کہ ۲۵ ملین ایکڑ پانی بلوچستان کو ملے گا اب ان کے درمیان تنازعہ کیا ہے۔ سندھ نے کہا کہ یہ ہم نے اپنا دو سو ملین پانی پورا کر لیا ہے تو پتہ چلا کہ باقی ۲۵ ملین ہے ہی نہیں تو جب وہ ۲۵ ملین پانی موجود ہی نہیں ہے تو وہ بلوچستان کو جائے گا کہاں سے؟ تو اس طرح

مصنوعی figures کے نتیجے میں یک ایسا معاہدہ کیا گیا ہے جو اب پیچیدگیوں کا باعث بن رہا ہے لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ از سر نو پالیمنٹ کی کوئی کمیٹی بنائی جائے اور پارلیمنٹ میں اس کمیٹی میں چاروں صوبوں کے لوگ ہوں تاکہ ساری حقیقت جو ہے وہ منظر عام پر آئے اب اس دن کمیٹی کے اجلاس میں ہمیں پتہ چلا کہ پانی کی تقسیم کے لیئے پانی تو موجود تھا ہی نہیں۔ تو پھر ان سے کہا کہ آپ نے کونسا پانی تقسیم کیا ہے انہوں نے کہا کہ بارشوں کے زمانے میں جو سیلاب آتا ہے وہ سیلاب کا پانی ہے جو چاہے لے لے اس طرح یہ ایک ایسا مفروضہ ہے جس نے بہت زیادہ پیچیدگیاں پیدا کر دی ہیں پہلے پانی کی تقسیم کے مسئلے میں سرحد پنجاب اور سندھ کے درمیان تھوڑی بہت کشمکش ہوتی تھی کھینچا تانی ہوتی تھی لیکن اس کشمکش میں بلوچستان شامل نہیں تھا اب ایسا معاہدہ ہوا ہے ایسا مسئلہ حل ہوا ہے کہ بلوچستان اور سندھ جو پانی کے مسئلے میں ایک دوسرے سے متصادم نہیں تھے وہ دونوں صوبے بھی ایک دوسرے کے ساتھ متصادم ہو گئے ہیں تو پہلے تین صوبوں کے درمیان تنازعہ تھا اب اس تنازعے میں چوتھے صوبے کو بھی شامل کر دیا گیا ہے۔ تو اس طرح کیا ہم نے یہ مسئلہ حل کیا ہے۔ یا اس مسئلے کو بڑھا دیا ہے۔ لہٰذا میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ مسئلہ مرکزی حکومت سے متعلق ہے، فوری توجہ طلب ہے دو صوبوں کے درمیان تنازعہ ہے۔ پانی کی تقسیم ایک مفروضہ نظر آتی ہے، اس کا کوئی حل نہیں مل رہا ہے، اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکل رہا لہٰذا میں یہ درخواست کروں گا کہ اس تحریک التواء کو admit کیا جائے تاکہ House اس پر سیر حاصل بحث کرے۔ چاروں صوبوں کے نمائندے اس پر بات کریں، پھر اس پر کوئی کمیٹی بنے اور اس water accord کا پوری طرح جائزہ لیا جائے اور اگر کوئی تنازعہ ہے تو اس کو حل کرنے کی کوشش کی جائے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : شکریہ، جام محمد یوسف صاحب، وزیر پانی و بجلی،

جام محمد یوسف : شکریہ چیئرمین صاحبہ، طارق صاحب نے جس طرح دلائل دیتے ہوئے کہا کہ water accord کا جس طرح فیصلہ کیا گیا ہے یہ صحیح نہیں ہے حالانکہ میں یہ

کہتا ہوں کہ یہ water accord اب آئین کا حصہ بن چکا ہے۔ میں مختصراً عرض کروں گا کہ اگر وہ چاہتے ہیں کہ صوبوں کی خود مختاری پر بات کی جائے، ان کے مسائل پر بات کی جائے اور اس مقصد کے لئیے سینیٹروں کی ایک کمیٹی قائم کی جائے تو یہ ایک دوسری بات ہے۔ جہاں تک اس تحریک التواء کا تعلق ہے، جو کچھ اس میں کہا گیا ہے انہی پر بات کرتے تو بہتر ہوتا۔ لیکن جس طرح انہوں نے کہا ہے کہ financial losses ہو رہے ہیں، بلوچستان اور سندھ کے درمیان ایک میٹنگ ہوئی ہے۔ یہ دونوں باتیں درست نہیں ہیں ہمیں کوئی ایسی انفارمیشن نہیں ملی ہے۔

جہاں تک پانی کی تقسیم کا مسئلہ ہے، اس کے بارے میں ہم نے بلوچستان والوں سے پوچھا ہے۔ جیسے کہ انہوں نے کہا ہے کہ two thousand cusec during the period of June onward ہوتا ہے اور پھر اسے enclose کیا جاتا ہے، as regard the meeting mentioned in the Adjournment Motion the Secreary Irrigation, Baluchistan and WAPDA authority they are ignorant in this matter.

(مداخلت)

میں منظور صاحب سے کہوں گا کہ ارگ وہ اپنی توجہ یہاں دیں تو بہتر ہوگا۔ میں کہتا ہوں کہ جو یہ کہہ رہے ہیں کہ سندھ جیکب آباد کے اندر ایک میٹنگ بلائی گئی تھی۔ A high Committee between the two provinces یہ صحیح نہیں ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : طارق چوہدری صاحب کیا آپ وزیر صاحب کی statement کے بعد اپنی اس Motion کو press کرنا چاہتے ہیں۔

جناب محمد طارق چوہدری : انہوں نے کہا ہے کہ کوئی ایسی میٹنگ نہیں ہوئی ہے اور کوئی تنازعہ اٹھا ہے۔ میں نے یہ تحریک التواء نیشنل پریس کے اخباری خبر کے حوالے سے دی تھی اگر فی الحقیقت یہ بات ہے جو انہوں نے کہی ہے تو پھر اسے Press نہیں کیا جا سکتا

لیکن اس کے باوجود میں یہ بات کہوں گا کہ یہ تنازعہ بڑی شدت کے ساتھ پیدا ہو چکا ہوا ہے اور اگر وزیر صاحب خود ہی مہربانی کریں اور اس پر Motion لے آئیں اور اس Accord کو زیر بحث لائیں تو مناسب ہوگا اور نہ ہمیں ممبران کی طرف سے اس کو لانا پڑے گا بہر حال میں اس Motion کو Press نہیں کر رہا ہوں۔ اس معاہدہ کو زیر بحث لانے کے لیئے کوئی نئی صورت نکالی جاسکتی ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : شکریہ۔ The motion is not pressed

Then Adjournment Motion No. 60 Hafiz Hussain Ahmed Sahib. He is not present so it is dropped and also Adjournment Motion No. 90 is dropped as it is in the name of Hafiz Hussain Ahmed. Now Adjournment Motion No. 141.

جناب طارق چوہدری صاحب، ۱۴۲ منسٹر منظور گچکی صاحب، اور منسٹر محمد طارق چوہدری صاحب حافظ حسین احمد صاحب، جناب عبدالرحیم صاحب اور میر عبدالجبار صاحب،

[اس موقع پر جناب چیئرمین صاحب (جناب وسیم سجاد) کرسی صدارت پر متمکن ہوئے]

جناب محمد طارق چوہدری : شکریہ چیئرپرسن صاحبہ اور welcome جناب چیئرمین،

میں تحریک کرتا ہوں کہ عوامی اہمیت کے حامل اس قیمتی مسئلے کو فوری طور پر زیر بحث لایا جائے کہ ریڈیو بی بی سی کی رپورٹ کے مطابق جسے پاکستانی قومی پریس نے ۲۱ اگست کو اسی حوالے سے شائع کیا، لاہور کے ہفت روزہ سیاسی لوگ اور Weekly Facts کے

ایڈیٹر چوہدری غلام حسین کو سادہ کپڑوں میں ملبوس پولیس کے اہلکاران کے دفتر سے گرفتار کر کے لے گئے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ گرفتاری صحافیوں کو حراساں کرنے کی حالیہ مہم کا حصہ ہے، یہ انتہائی اہمیت کا فوری توجہ طلب مسئلہ ہے۔ لہٰذا اسے ایوان میں زیر بحث لایا جائے۔

جناب چیئرمین: آپ اس کو out of turn لینا چاہئے ہیں۔

جناب محمد طارق چوہدری : جناب یہ تو آگئی ہے۔

جناب چیئرمین : یہ out of turn ہے اس لیئے اس کے بارے میں پہلے ہاؤس میں request کر دیں کہ اسے out of turn لیا جائے۔ تو اس کی کون اصحاب تائید کرتے ہیں۔

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل، میر عبدالجبار منظور احمد گچکی صاحب نے تائید کی۔

۱۴۱ اور ۱۴۲، دونوں ایک ہی نوعیت کئے ہیں۔

جناب منظور احمد گچکی : تو جناب میں بھی پڑھ دوں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : پڑھ دیں۔

جناب منظور احمد گچکی : جناب والا میں تحریک کرتا ہوں کہ عوامی اہمیت کے حامل اس قومی مسئلے کو فوری طور پر زیر بحث لایا جائے کہ ہفت روزہ سیاسی لوگ اور Weekly Facts کے ایڈیٹر چوہدری غلام حسین کو سادہ کپڑوں میں ملبوس پولیس اہلکاران کے دفتر سے گرفتار کر کے نامعلوم مقام پر لے گئے۔ یہ کارروائی حکومت کسی طرف سے صحافیوں کو ڈرانے، دھمکانے اور ان پر دباؤ ڈالنے کی مہم کا حصہ ہے۔ لہٰذا اس اہم مسئلے کو فوری طور پر ایوان میں زیر بحث لایا جائے۔

جناب چیئرمین : تو طارق چوہدری صاحب، پہلے آپ تحریک پیش کریں کہ آپ کو out of turn اس کو پیش کرنے کی اجازت دی جائے، مندوخیل صاحب، آپ بھی تائید کرتے ہیں۔

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل: جی ہم کرتے ہیں۔

جناب چیئرمین : پہلے تو یہ دیکھتے ہیں کہ یہ ہاؤس اجازت دیتا ہے یا نہیں دیتا ہے۔

جناب محمد طارق چوہدری : جناب چیئرمین شاید اب عام turn میں بھی یہی بچی ہوئی تھی۔

جناب چیئرمین : نہیں، ان سے پہلے بھی بہت سارے ہیں، یہ out of turn لگایا گیا تھا تو out of turn کی ہاؤس سے اجازت لینا پڑتی ہے۔

جناب محمد طارق چوہدری : بہرحال میں نے out of turn لینے کی درخواست کی تھی۔

جناب چیئرمین : وہی تو میں کہہ رہا ہوں۔

جناب محمد طارق چوہدری : میں ہاؤس سے درخواست کرتا ہوں کہ میری اس تحریک کو out of turn لیا جائے۔

Mr. Chairman : It has been moved by Mr. Tariq Chaudhry under Rule 326 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate 1988 "that Adjournment Motion No. 141 and 142 may be taken out of turn".

(Motion was passed)

Mr. Manzoor Ahmed Gichki : I challenge Sir.

Mr. Chairman : Those who are in favour of this motion please raise their hands; (In favour of the motion were 10).

Those who are against it. (They were 8)

(ڈیسک بجائے گئے)

Mr. Chairman : Is it being opposed ?

Chaudhry Shujat Hussain : Opposed.

جناب چیئرمین : جی، طارق چوہدری صاحب، admissibility پر بات کریں۔

جناب محمد طارق چوہدری : جناب چیئرمین، اس میں مختصر سی بات تو یہ ہے کہ کہتے ہیں کہ state کے چار ستون ہیں جن میں ایک پریس بھی ہے اور اگر ایک ستون کو گرا دیا جائے تو عمارت کھڑی ہی نہیں رہ سکتی اور اگر کھڑی رہ بھی جائے تو اس کے اندر کوئی توانائی موجود نہیں ہوتی ہے۔ اس لیئے اس چوتھے ستون کو گرانے کی کوشش یقینی طور پر بہتر نہیں ہو گی۔

جناب چیئرمین، میں آپ کی توجہ دلاؤں گا کہ چوہدری غلام حسین جو Facts اور "سیاسی لوگ" کے ایڈیٹر ہیں ان کو آج سے چند ماہ پہلے بھی گرفتار کیا گیا تھا اور ان پر تشدد کیا گیا تو اس وقت ہی یہ اندازہ ہو گیا تھا۔ کہ یہ ان کی گرفتاری خالص سیاسی نوعیت کی ہے تو پہلے ہم اس بات پہ روتے اور چلاتے رہے ہیں کہ کراچی میں پریس آزاد نہیں ہے۔ بعض ریجنل اور ethnic پارٹیوں کی طرف سے ان کے اوپر بڑا دباؤ ہے نہ صرف دباؤ ہے بلکہ انہیں تشدد اور تحریص کا نشانہ بنایا گیا ہے لیکن اب نوبت یہاں تک آ پہنچی ہے کہ خود ہمارے وزیر اعظم کے اپنے ہی شہر میں اور اپنے ہی علاقے میں یہ چیز پہنچ چکی ہے۔ تو یہ دوسری دفعہ اس آدمی کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا ہے پہلی دفعہ اس وقت جب بہت سے واقعات اپنے اخبارات میں منظر عام پر لے کر آئے جن میں پلاٹوں سے لے کر پتہ نہیں کہاں کہاں تک کے واقعات تھے اور اب یہ واقعہ اس وقت ہوا ہے جب Weekly facts اور سیاسی لوگ میں یہ خبر نمایاں طور پر شائع کی گئی کہ بیت المال سے دو سو کروڑ روپیہ حکومت نے نکلوایا۔ اور یہ دو سو کروڑ روپیہ آنے والے واقعات میں متوقع ہارس ٹریڈنگ کے لئے نکلوایا گیا جس بھی کام کے لئے نکلوایا گیا ہو لیکن۔ یہ واقعہ ہے کہ بیت المال سے دو سو کروڑ روپیہ نکلوایا گیا اور جو بیت المال کے قوانین کے مطابق اس کے رولز کے مطابق نکلوایا نہیں جا سکتا۔ اور یہ اس کے ذریعے پہلی دفعہ یہ خبر منظر عام پر آئی۔ تو پہلے اس کو چھپانے کی کوشش کی گئی اور پھر

کچھ تھوڑا سا مانا گیا تو اس طرح جوں جوں وہ آدمی واقعات کو منظر پہ لاتا ہے اور اسی طرح اس کے اوپر تشدد بڑھتا چلا جاتا ہے۔ تو یہ دوسری دفعہ یہ ہوتا ہے کہ اس کو جیل میں ڈال دیا گیا۔ پہلی دفعہ یہ ہوا کہ اس کے گھر میں غنڈے بھیجے گئے انہوں نے اسے گھر سے باہر بلا کر مارا اور اتنا مارا کہ اس کے پورے چہرے اور جسم پہ تشدد کے نمایاں نشانات تھے اور اگلے دن پھر ایک آدمی کھڑا کیا گیا کہ جی اس نے ہم سے تحصیلادار بھرتی کروانے کے لیئے دو لاکھ روپیہ لیا تھا اور لہٰذا اس کے خلاف مقدمہ درج ہے۔

جناب چیئرمین : آپ واقعات پہ جا رہے ہیں طارق صاحب!

جناب محمد طارق چوہدری : جی واقعات بھی بیان کرنے پڑیں گے جی بنتی نہیں ہے بات بادہ و ساغر کہے بغیر اس کے بغیر تو بات آگے چلتی ہی نہیں۔ میں تو بتانا چاہا رہا تھا کہ اس میں قصوروار کون ہے اگر مرکزی حکومت اس میں قصوروار ہو تو پھر ہی یہ بنے گی۔ اور اگر قصوروار ہی نہ ہو تو پھر تو یہ ہو گا نہیں۔

جناب چیئرمین : نہیں آپ یہ بتائیں ناں کہ admissibility کے لیئے۔

جناب محمد طارق چوہدری : دیکھیے صاحب! بات یہ ہے کہ میں بات کہنا یہ چاہ رہا ہوں کہ نیا cell جو اس وقت وزیراعظم کی سرکردگی میں کام کر رہا ہے جس کے ذمے یہ کام ہے کہ ان کی image building کی جائے اور پریس کے تعلقات بنائے جائیں۔ اسی کی ہدایات کے مطابق ایک فیصلہ یہ کیا گیا کہ پریس کے جتنے پچھلے بقایاجات ہیں ان کو ادا کیا جائے جن کے اوپر مالکان اور ایڈیٹر صاحبان بڑے عرصے سے زور دیتے رہے ہیں۔ تو ایک طرف تو یہ ترغیب ہے ان کے لیئے اور وہ بل ان کے لیئے بن رہے ہیں تاکہ تھوڑا جتنی دیر میں ان کے پیسے ادا ہوں گے اتنی دیر یہ نرم رکھیں۔ دوسری طرف اسی ترغیب کے دنوں میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ وہ چھوٹے اخبارات جن کا اثر اتنا زیادہ نہیں ہے جب وہ ترغیب کے نرغے میں اور تحریص کے نرغے میں ہوں اس عرصے میں ان کی پٹائی کر کے ان کو دبایا جائے ان کو ترغیب دے کر اپنی طرف مسائل کیا جائے اور ان کو ڈرا دھمکا کر اپنی

طرف مائل کیا جائے۔ یہ اس cell کے طے شدہ منصوبے کے مطابق ہو رہا ہے۔ اور اس کی واضح نشانی یہ ہے کہ جب سے اس unofficial cell نے کام شروع کیا ہے اسی دو ہفتے سے آپ دیکھ لیں کہ دو ہفتے سے پاکستان کے نیشنل پریس میں آٹھ بینر لائن ہمیشہ وزیر اعظم کی آرہی ہے، اور اس سے پہلے کیوں نہیں ہوئی اس طرح میں یہ سمجھتا ہوں کہ مرکزی حکومت کے زیر سرکردگی ایک ایسا عمل جو ہے وہ دہرایا جارہا ہے کہ جس سے ایک طرف پریس کو ترغیب و تحریص سے مرغوب کرنا مقصود ہے اور دوسری طرف پریس کے ان کارکنوں کو یہ بتانا مقصود ہے کہ جو آدمی اس طرح ننگی ان کے اوپر تنقید کرے گا کھلی تنقید کرے گا ان کے ساتھ یہ کچھ بھی ہو سکتا تو دوسری دفعہ ہم چوہدری غلام حسین کے ساتھ کر رہے ہیں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین : شکریہ جی admissibility پہ کوئی بات کریں کیونکہ انہوں نے ابھی تک admissibility پہ کوئی بات نہیں کی۔

جناب منظور احمد لچکی : جی میں admissibility پہ بولوں گا۔

جناب چیئرمین : جی فرمایئے۔

جناب منظور احمد لچکی : جناب والا! قائدہ ۷۵ کے تحت اس میں تیرہ چودہ clauses ہیں اس کے تحت میں سمجھتا ہوں کہ یہ تحریک التواء بن سکتی ہے۔ اور یہ تحریک التواء ہے۔ چونکہ ایک واقعہ وقوع پذیر ہوا۔ اور کسی ایسے ادارے کا جو قابل احترام ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اس ادارے کی تذلیل جو بھی کرے اس کی مذمت کرنی چاہیئے۔ اور میں اس لیئے سمجھتا ہوں کہ یہ عوامی اہمیت کا مسئلہ ہے۔ دوسرا جناب نفیس مضمون قطعی مسئلے سے متعلق ہو چونکہ اسے تشدد کا نشانہ بنایا گیا ہے اور اس تحریک التواء میں بھی یہ قطعی ایک اہم مسئلہ پر اس کی نشاندہی کی گئی ہے۔ نمبر تین یہ واقعہ حال ہی میں وقوع پذیر ہوا ہو میں سمجھتا ہوں کہ یہ recently ہوا ہے اور ہم نے اسی وقت جب یہ واقعہ ہوا ہے اسے ہاؤس میں لائے ہیں پھر جناب چیئرمین اس واقعہ پر پہلے بحث نہیں ہوئی اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ it

shold be admitted ایک ایک کر کے آپ ان تمام کو چودہ تک لے جائیں تو یہ صدر کے خلاف نہیں ہے جو بھی laws کی sub clause ہیں اس میں یہ fit آتا ہے۔ اس لیئے جناب والا یہ تحریک التواء بنتی ہے اسے متعلقہ کمیٹی کے حوالے کیا جائے اور یا کم از کم اس کی یہاں اجازت دی جائے کہ اس پر بحث ہو سکے۔

جناب چیئرمین : جی مندوخیل صاحب آپ بھی تائید کرتے ہیں؟

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل : جناب چیئرمین! میں اس کی تائید کرتا ہوں اگر اس سے پہلے وزیر صاحب نے جو oppose کیا ہے تو وہ کہہ دیں تو پھر میں اسکی admissibility پر عرض کروں گا کہ یہ admit ہونا چاہیئے تاکہ اسی پر بحث ہو سکے۔

جناب چیئرمین : شکریہ جی عبدالجبار صاحب آپ بھی تائید کرتے ہیں۔

میر عبدالجبار : جی ہاں جناب میں بھرپور تائید کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین : جی جناب منسٹر فار انٹرئیر۔

چوہدری شجاعت حسین : جناب والا! جیسے یہاں بیان کیا گیا ہے کہ سیاسی بنیادوں پر یہ ساری کارروائی کی گئی ہے۔ یہ ایک شخص اختر محمود نامی نے چوہدری غلام حسین کے خلاف ایک مقدمہ درج کروایا تھا کہ ان کے مابین کوئی پیسوں کا لین دین ہے۔ انہوں نے پیسے دینے سے انکار کیا یا پیسے نہیں دیئے ان کا آپس میں جھگڑا ہوا وہاں پر فائرنگ بھی ہوئی اس بنا پر وہاں مقدمہ درج ہوا، مقدمہ درج ہونے کے بعد غلام حسین صاحب نے ضمانت کروالی۔ جبکہ اسکے بعد سیشن جج سے اس کی ضمانت cancel کر دی۔ cancel ہونے کے بعد دوبارہ ان کی ضمانت ہو گئی اس کے بعد یہ عدالت میں پیش نہیں ہوئے تو اس بناء کے اوپر عدالت نے دوبارہ ضمانت cancel کر دی انہیں ۲۰ تاریخ کو گرفتار کر لیا گیا ان کے پاس اور بھی موقع ہے ہائی کورٹ میں جا کر ضمانت کرا سکتے ہیں۔

جناب چیئرمین : یعنی ضمانت cancel ہو چکی ہے۔

چوہدری شجاعت حسین : bail ان کی cancel ہوئی اس بنا کے اوپر کہ وہ سیشن

کورٹ میں پیش نہیں ہوئے۔ یہ پرانا کیس چل رہا ہے یہ کوئی ایسا واقعہ نہیں ہے کہ اس وقت کسی بنا کے اوپر ان کو گرفتار کیا گیا یا ان کے دفتر میں جا کر حملہ کیا گیا لاٹھی چارج کیا گیا کسی قسم کا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا صرف یہ تھا کہ ایک مقدمہ چل رہا تھا کسی کی شکایت کے اوپر اور اس کے بعد۔

جناب چیئرمین : یہ کس تھانے میں مقدمہ ہے کوئی اندازہ ہے؟ کوئی لکھا ہوا؟

چوہدری شجاعت حسین : جی ہاں یہ لاہور میں ہی ہے جی۔

جناب چیئرمین : اچھا لاہور میں اور سیشن جج لاہور میں ہے۔

چوہدری شجاعت حسین : جی سیشن جج لاہور میں ہی ہے انہوں نے اس کی ضمانت cancel کی وہ اس بنا پر کہ وہ عدالت میں پیش نہیں ہوئے تھے۔ تو ابھی عدالت دوبارہ یہ ضمانت کرا سکتے ہیں۔

تو ظاہر ہے کہ دوبارہ ضمانت کرا سکتے ہیں۔

جناب چیئرمین : طارق صاحب یہ بتا رہے ہیں کہ یہ بیل cancel ہوئی ہے سیشن جج کی جانب سے اور جب ملزم غیر حاضر ہو جائے تو یہ automatically بھی cancel ہو جاتی ہے۔

جناب محمد طارق چوہدری : جناب چیئرمین میری ایک درخواست ہے کہ وزیر داخلہ صاحب نے یہ کہا کہ فائرنگ ہوئی تھی پھر مقدمہ بھی درج ہوا۔

چوہدری شجاعت حسین : دس نومبر ۹۱ء کو راوی روڈ لاہور میں یہ درج ہوا۔

جناب محمد طارق چوہدری : یہ پرانی بات ہے۔

جناب چیئرمین : آپ کے پاس اس کی تفصیل بھی ہے کہ یہ ضمانت کب cancel ہوئی۔

چوہدری شجاعت حسین : انہیں بیس اگست کو گرفتار کیا گیا۔

جناب چیئرمین : تو طارق صاحب اگر یہ پوزیشن ہے۔

جناب محمد طارق چوہدری : میں مختصر عرض کرتا ہوں اگر منسٹر صاحب فارغ ہو گئے ہیں۔

جناب چیئرمین : اگر یہ واقعات ہیں کہ ان کی ضمانت ہوئی تھی اور پھر، cancel ہو گئی ہے۔

جناب محمد طارق چوہدری : جناب چیئرمین واقعات اتنے معصوم نہیں ہیں۔

جناب چیئرمین : واقعات تو وہ ہوں گے جو منسٹر صاحب بتائیں گے۔

جناب محمد طارق چوہدری : صرف وہی نہیں ہوں گے۔ وہ بھی ہوں گے جو یہ نہیں بتائیں گے۔ مثلاً ابھی انہوں نے کہا کہ فائرنگ ہوئی تھی انہیں یہ پتہ نہیں کون سی تاریخ کو۔ یہ فائرنگ کہاں ہوئی تھی؟ ان کے گھر میں کس نے کی تھی؟ بات سنیں ناجی۔ آپ میری عرض سن لیں پہلے۔ کس نے کی تھی؟ باہر سے آنے والوں نے۔ اب مقدمہ کن پر ہونا چاہئے تھا؟ جنہوں نے اس کے گھر پر فائرنگ کی تھی۔ مقدمہ کس پر ہوا؟ چوہدری غلام حسین پر۔ گرفتار ہوا۔ کیا کاؤنٹر پرچہ اس کا بھی لیا گیا جنہوں نے اس کے گھر پہنچ کر فائرنگ کی تھی لہٰذا یہ سارا قصہ بدنیتی پر مبنی ہے۔

جناب چیئرمین : دیکھئے نا میں تو اس پر فیصلہ نہیں کر سکتا نا۔ یہ تو ہائی کورٹ ہی کرے گی۔

جناب محمد طارق چوہدری : آپ فیصلہ تو نہیں کر سکتے لیکن واقعہ اس طرح ہے کہ اس کے گھر پر فائرنگ ہوئی ہے۔ اور فائرنگ کرنے والوں کے خلاف مقدمہ درج نہیں کیا گیا۔ اگلے دن صبح جب یہ خبر نکلی ساتھ ہی مصنوعی طور پر ایک آدمی کھڑا کیا گیا اور اس کے ذریعے یہ مقدمہ درج کروایا گیا۔ اور پھر اسی کو گرفتار کر لیا گیا فائرنگ کرنے والوں کے خلاف کوئی مقدمہ ہی نہیں ہے۔ یہ یک طرفہ ہے۔ حکومت کی طرف سے ہے۔ اور اس میں بڑے بڑے لوگ ملوث ہیں۔ صرف وجہ اس کی یہ ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں پچھلے اس کے دس پندرہ پرچے لا کر آپ کے سامنے رکھ دیتا ہوں۔ سب کچھ آپ کے

سامنے آجائے گا۔

جناب چیئرمین : وہ اپنی جگہ۔ میں صرف یہ عرض کروں گا کہ اگر یہ واقعات ہیں جو آپ بتا رہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہائی کورٹ میں جا کر ان کے خلاف بھی مقدمہ درج کروایا جائے۔ لیکن یہاں پر وزیر داخلہ صاحب نے جو واقعات بیان کیئے ہیں اس کے تحت تو یہ معالہ subjudice ہے۔ عدالت میں ہے۔ عدالت سے ضمانت اس کی cancel ہوئی ہے۔ وہ گرفتار ہو گئے ہیں۔ اب اگر وہ دوبارہ درخواست دیں تو عدالت اس پر غور کرے گی۔

جناب محمد طارق چوہدری : بہر حال جی ہم یہ مسئلہ آپ کے نوٹس میں لے آئے ہیں باقی فیصلہ آپ نے کرنا ہے۔ ہم نے نہیں کرنا۔ آپ کی مرضی ہے جو مرضی فیصلہ کریں۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین : یہ کسی اور کو اجازت نہیں ہوتی صرف محرکین کو ہوتی ہے۔ اس وقت نہیں after I dispose of the Adjournment Motion اس طرح پھر بحث شروع ہو جائے گی جو تحریک التواء کا مقصد نہیں ہوتا۔ جی جناب گجیلی صاحب۔

جناب منظور احمد گجیلی : جناب چیئرمین میں سمجھتا ہوں کہ اس تمام مسئلے کر پیچھے بدنیتی ہے۔ اور جس طریقے سے انہیں گرفتار کیا گیا ہے۔ جس طریقے سے ہم نے واقعات سنے ہیں کہ اس ے گھر پر فائرنگ ہوئی اور اس کے بعد بھی اسی کو گرفتار کیا گیا۔ یہ کہ جس اس کے خلاف کوئی کیس ہے پرچہ ہے، فلاں ہے۔ یہ تو جناب والا بہت پرانے حربے ہیں۔ ایوب خان کے زمانے سے لے کر اب تک۔ جو کچھ بھی جرنلسٹوں کے ساتھ ہوا ہے۔ کوئی نہ کوئی بہانہ تو سامنے رکھ کر کریں گے لوگ۔

جناب چیئرمین : یہ ضمانت جو cancel ہو گئی ہے۔ یہ اس لیئے گرفتار ہوئے ہیں نا لیکن ں نے ضمانت کروائی اور سیشن جج نے ضمانت cancel کی۔ اگر انہیں شکایت ہے تو وہ اب بھی سیشن جج کے پاس جا سکتے ہیں یا ہائی کورٹ میں یا پرچہ درج کرا دیں۔

جناب منظور احمد گچکی : ہم اسے ایوان میں لائے ہیں اور عموماً اب دنیا نے بھی سن لیا ہے۔ یہ ہمارا فرض تھا اور ہم نے اسے نبھایا۔ اور تو ہم کچھ نہیں کر سکتے۔

جناب چیئرمین : اگر subjudice نہ ہوتا پھر تو آدمی اس پر غور کر لیتا۔ جی رحیم مندوخیل صاحب۔

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل : جناب والا! یہ چونکہ پریس کے خلاف خصوصی طور پر آج کل کے حالات میں بڑی یعنی انتقام کی کارروائی ہوتی ہے اور وہ سب ہمیں علم ہے۔ بہت سے واقعات ہوئے ہیں۔ ایک واقعہ نہیں ہے۔ اس لیئے یہ کیس بالخصوص، اسی حوالے سے یہ بات ہے۔ باقی جیسے گچکی صاحب نے فرمایا۔ دوسروں نے فرمایا وہ یہ ہے کہ کیس تو ایسے false ہی بنا دیتے ہیں۔ اصل چیز یہ ہے یہ بنیادی طور پر سیاسی victimisation ہے اور پریس کی آزادی کو ختم کرنے کا عمل ہے۔ یہ ہے وہ بنیادی چیز جو یہاں ہوئی ہے۔ بہتر یہ ہوگا کہ اگر یہ تحریک التواء یہاں منظور ہو اور اس پر بحث ہو تو وہ واقعات بھی سب لائے جائیں گے۔

جناب چیئرمین : یہ subjudice ہے۔ عدالت میں مسئلہ ہے۔ ضمانت عدالت نے cancel کی ہے۔ دوبارہ بھی جا سکتے ہیں شاید جائیں بھی۔ ہائی کورٹ جا سکتے ہیں۔ سیشن جج کے پاس جا سکتے ہیں۔ یہاں پر بحث کا کیا فائدہ۔

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل : جناب والا میں قانون میں کافی کمزور ہوں۔ لیکن اس میں شاید ہمیں اجازت ہو۔ یہ subjudice نہیں ہے۔ رول ۷۵ ہے۔

(1) it shall not relate to a matter pending before any court or other authority performing judicial or quasi-judicial functions".

یہ ٹھیک ہے matter pending ہے لیکن جناب والا یہ

"Provided that the Chairman may in his discretion allow such matter being raised in the Senate as is concerned with the procedure or subject or stage of inquiry and if he is satisfied that it is not likely to prejudice the consideration of the matter by such

court or authority".

یعنی یہاں مسئلہ یہ ہے جناب والا کہ جب یہ واقعات جو اس میں victimisation کا عمل ہے وہ ذرا سامنے لایا جائے گا اسے prejudice نہیں کر لے گا۔ کورٹ کی جو کارروائی ہے۔ کورٹ کی کارروائی اپنے طور پر، Facts جو ہیں، اگر وہ facts ہیں۔ لیکن ہم پولیٹکل سائیڈ کا victimisation side کا جو process ہے پس منظر ہے۔ جب ہم یہاں لائیں گے اور ایوان کو اس سے آگاہ کریں گے۔

جناب چیئرمین : کورٹ میں بھی یہی چیز کہی جائے گی کہ یہ سیاسی کارروائی ہے۔ victimisation ہے۔ کورٹ نے بھی تو اسی کو دیکھنا ہوتا ہے نا۔ یہی مسئلہ وہاں ہوگا۔

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل : میرا مطلب ہے کہ وہ facts جو وہاں کورٹ کی کارروائی کو اس سے یعنی وہ متاثر نہیں ہوگا کیونکہ یہاں تو judgement نہیں دی جائے گی۔

جناب چیئرمین : ایوان میں جب بحث ہوتی ہے۔ کچھ لوگ کہیں گے کہ victimisation ہے اور کچھ لوگ کہیں گے کہ نہیں ہے۔ کچھ لوگ کہیں گے یہ واقعات ہیں۔ یہ پھر اخبارات میں بھی آتا ہے۔ تو پھر prejudice ہوتی ہے۔ عدالت کا تو یہ اصول ہے کہ کارروائی پر comment بھی نہ کیا جائے۔ یہ تو عدالتی اصول ہے نا۔

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل : جناب ہم تو آپ کے سامنے مجموعی پس منظر اور جو واقعات ہو رہے ہیں۔ اسی کیس میں جو تسلسل ہے وہ exactly پریس کی آزادی پر قدغن لگانا ہے۔

جناب چیئرمین : وہ تو اصول ہی علیحدہ ہے۔

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل : یہ اس کا عمل ہو رہا ہے۔ اس حوالے سے یہ کیا جا رہا ہے۔

جناب چیئرمین : جبار صاحب، یہ subjudice ہے اس کا کیا کیا جائے؟

میر عبدالجبار : جناب والا! میں محترم وزیر داخلہ کے ارشادات کے بعد۔ جو انہوں نے فرمایا۔ صرف ایک آدھ چیز عرض کروں گا۔ وہ یہ کہ آپ نے فرمایا کہ مقدمہ لین دین کا تھا۔ پھر اس لین دین کے مسئلہ پر مدعی جاتا ہے ان کے گھر پر۔ اور وہاں فائرنگ کرتا ہے۔ فائرنگ کے بعد یقیناً اسلحہ بھی برآمد ہوا ہوگا جس سے فائر کیا گیا ہے۔ یقیناً کاؤنٹر cases بھی درج ہوئے ہوں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ جھوٹا کیس بنایا گیا ہے۔ درست ہے کہ subjudice ہے جیسے آپ نے فرمایا۔

جناب چیئرمین : اس وقت کا کیا کریں؟

میر عبدالجبار : لگتا یہ ہے کہ یہ جتنی بھی کارروائی کرائی گئی ہے یہ اس شخص کے بیباق قلم کو کوکنے کے لیئے کی گئی ہے۔ وہ لکھتا تھا۔ سچائی لکھنے والے، کیونکہ سچ کڑوا ہوتا ہے۔ اسے روکنے کے لیئے یہ تمام کارروائی کی گئی ہے۔ اگر اسے probe کیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ اصلی حقائق سامنے آجائیں گے۔

جناب چیئرمین : عدالت تو probe کرلے گی۔ عدالت کا تو یہی مقصد ہوگا کہ probe کیا جائے دیکھا جائے۔ تو چونکہ یہ معاملہ سب subjudice ہے اس لیئے It is disposed of on the ground that it is subjudiced میرا خیال ہے تحریک التواء کا وقت ختم ہو گیا ہے۔ جی جناب گچکی صاحب۔

جناب منظور احمد گچکی : جناب والا اس سے پہلے بھی جب ڈپٹی چیئرمین صاحبہ یہاں موجود تھیں تو میں نے ایک سوال اٹھایا کہ جب ریکوزیشن ہوا ہے اس مسئلہ پر تو ایوان میں بحث ہونی چاہیئے اور اسے مکمل کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ابھی تک ہم کسی فیصلے پر نہیں پہنچے۔

جناب چیئرمین : وہ بھی کریں گے۔

جناب منظور احمد گچکی : انہوں نے ہم سے کہا کہ چونکہ چیئرمین صاحب موجود نہیں ہیں اس لئے جب وہ خود آئیں گے تو وہ اسے بہتر طریقے سے کریں گے۔

جناب چیئرمین : بالکل کریں گے۔ آج تھوڑا وقت اس پر بھی دیں گے۔ دونوں

کام ہوں گے۔

جناب منظور احمد گچکی : پہلے دے دیں۔ کیونکہ سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے۔

جناب چیئرمین : فصیح اقبال صاحب آن اے پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب فصیح اقبال : اب یہ بحث تو ختم ہو گئی۔ آپ نے dispose of کر لیا لیکن جب یہ غلام حسین صاحب کا مسئلہ چل رہا تھا۔ کیونکہ یہ پریس سے متعلق ہے۔ اسے جس طرح ہینڈل کیا جاتا ہے اس ملک میں۔ تیس چالیس سال کی تاریخ یہی ہے کہ پریس والوں کے ساتھ ہمیشہ جب زیادتی ہوتی ہے۔

جناب چیئرمین : دیکھیں فصیح صاحب آپ پوائنٹ آف آرڈر پر تقریر کرنا چاہتے ہیں کبھی مجھ سے درخواست کی جاتی ہے کہ جی ہاؤس کو رولز کے مطابق کنٹرول کریں جب میں رولز کے مطابق چلتا ہوں آپ اٹھ کر پوائنٹ آف آرڈر پر تقریر شروع کر دیتے ہیں تو مہربانی کر کے سب کا فائدہ اسی میں ہے کہ تقریر نہ کی جائے آپ باقاعدہ Motion لا کر کسی موضوع پر تقریر کریں لیکن اس طرح پوائنٹ آف آرڈر پر آپ نے تقریر شروع کی تو پھر کوئی کام نہیں ہو سکے گا۔

سید فصیح اقبال : میں نے تو کبھی تقریر نہیں کی۔

جناب چیئرمین : آج تو آپ کر رہے ہیں۔

سید فصیح اقبال : میں تو آپ کو بتا رہا ہوں کہ یہ پریس کے متعلق ہے۔

جناب چیئرمین : یہ مناسب نہیں ہے، اس کا باقاعدہ Motion لائیں اس پر بات کریں پوائنٹ آف آرڈر اس کے لیئے نہیں ہوتا۔

سید فصیح اقبال : وہ بھی لائیں گے لیکن کچھ آئینی ذمہ داریاں ہیں، اخلاقی ذمہ داریاں ہیں۔

جناب چیئرمین : نہیں، میرے خیال میں اگر ہم نے اس کا غلط استعمال کیا تو پھر ایوان کو چلانا مشکل ہو جائے گا، آپ اس پریس کے معاملے کو اپنی کمیٹی میں لے آئیں۔

سید فصیح اقبال : ٹھیک ہے میں اس کو کمیٹی میں لے آؤں گا۔

جناب چیئرمین : اگلی آئیٹم نمبر ۳ چوہدری امیر حسین صاحب۔

Ch. Asadur Rehman : Sir, I beg to lay before the Senate; the Pakistan Postal Services Corporation Ordinance, 1992 (Ordinance No. XIII of 1992), as required by Clause (2) of Article 89 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan.

Mr. Chairman : It stands laid. Next Item is No. 4.

Syed Mazhar Ali : Mr. Chairman Sir, I hereby move ;

"that under sub-rule (1) of rule 171 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 1988, delay in the presentation of Report of the Standing Committee on Railways on the issue raised in the Adjournment Motions moved by honourable Senators Fateh Mohammad Khan, Prof. Khurshid Ahmed, Mr. Muhammad Tariq Chaudhry, Mr. Shahzad Gul, Syed Ishtiaq Azhar and Hafiz Hussain Ahmed regarding the train accident at Ghotki Railway Station, be condoned till today."

Mr. Chairman : The question before the House is that it has been moved by Syed Mazhar Ali :-

"that under sub-rule (1) of rule 171 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 1988, delay in the presentation of Report of the Standing Committee on Railways on the issue raised in the Adjournment Motions moved by honourable Senators Fateh Mohammad Khan, Prof. Khurshid Ahmed, Mr. Muhammad Tariq Chaudhry, Mr. Shahzad Gul, Syed Ishtiaq Azhar and Hafiz Hussain Ahmed regarding the train accident at Ghotki Railway Station, be condoned till today."

(Motion was passed)

Mr. Chairman : The delay stands condoned. Next No. 5.

Syed Mazhar Ali : Sir, I hereby present report of the Standing Committee on Railways on the issue raised in the Adjournment Motion moved by Senators Fateh Mohammad Khan, Prof. Khurshid Ahmed, Mr. Muhammad Tariq Chaudhry, Mr. Shahzad Gul, Syed Ishtiaq Azhar and Hafiz Hussain Ahmed regarding the train accident at Ghotki Railway Station.....

Mr. Chairman : Report stands presented.

Syed Iqbal Haider : Point of order, Mr. Chairman every report is presented in this House and no report is ever discussed in this House. So, the very purpose of presentation of the report is defeated unde the rules and this leads to an absurd dictum and this also defeats the very purpose of its presentation.

جناب چیئرمین : میرے خیال میں اس کا طریقہ یہ ہے کہ لیڈر آف دی اپوزیشن ہیں، لیڈر آف دی ہاؤس ہیں اگر آپس میں طے کر لیں کہ کون سی رپورٹ کب لانی تو this should be actually discussed between the two leaders and then whatever they feel that how the agenda is to proceed and that should be the basis.

Syed Iqbal Haider : But Sir, we are not receiving any support from the Leader of the House.

جناب چیئرمین : وہ تو آپس کی بات ہے اس میں میں کیا کر سکتا ہوں۔ یعنی مجھے تو یہ ہے کہ آپ کے پرائیویٹ ممبرز ڈے پر میں business رکھ دیتا ہوں according to the belloting Government members day پر جو گورنمنٹ لاتی ہے۔ تو یہ آپس میں طے کر کے آپ لا سکتے ہیں۔

Mr. Yahya Bakhtiar : Sir, may I submit that we hardly get any note of these things before hand if we are given notice, I will be very glad to discuss it with the Leader of the House but we are not given any notice at all.

Mr. Chairman : Notice of ?

Mr. Yahya Bakhtiar : All these reports which have been presented before the House there is no mention of that.

جناب چیئرمین : یہ ایجنڈا تو آپ کو کل مل گیا ہوگا۔

Mr. Yahya Bakhtiar : Last night Sir.

جناب چیئرمین : وہ تو یہ ہے کہ بحث کے لیئے آپ بعد میں fix کریں گے مثلاً آج آپ کو رپورٹ مل گئی ہے اس کے علاوہ اور بھی reports ہیں۔

جناب یحییٰ بختیار : یہ رات کو رپورٹ دیتے ہیں صبح کو پیش کر دیتے ہیں ہم کیسے discuss کریں۔

جناب چیئرمین : نہیں آج تو نہیں ہو سکتی،

جناب یحییٰ بختیار : ہم ان سے اس بارے میں بات ہی نہیں کر سکتے۔

جناب چیئرمین: آج تو نہیں ہو سکتی۔ مقصد بھی آج نہیں ہے مقصد تو یہ ہے کہ اس پر آپ وقت fix کر کے bring it for discussion on some other day یعنی ظاہر ہے آج تو نہیں ہو سکتا۔ لیکن آج تو صرف presentation ہے۔

جناب یحییٰ بختیار : ابھی یہ جو بل لا رہے ہیں ہر ایک چیز کا بڑی دیر سے نوٹس دیتے ہیں although they prepare day before ہمیں پہلے دے سکتے ہیں اطلاع دے سکتے ہیں after we have to scrutinize these provisions and study them.

جناب چیئرمین : دیکھیں، رپورٹ کی presentation تو ایوان میں ہو گی اس کی discussion آج تو ہو بھی نہیں سکتی نہ ہی مقصد ہے اس کے بعد مثلاً آج یہ رپورٹ پیش ہو گئی اس کے علاوہ اور بھی رپورٹیں ہیں میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اگر آپس میں کوئی طے کر لیں مثلاً آج نہیں ہفتے بعد، دس دن بعد جب بھی آپ۔

جناب یحییٰ بختیار : یہ اس کے لیئے بہت تھوڑا وقت ہے اور باقی بھی جتنے بھی بل لا رہے ہیں جن کو پیش کر رہے ہیں نیشنل اسمبلی نے پاس کر دیا اب ہمیں کم از کم دو چار دن

پہلے تو بتادیں نیشنل اسمبلی نے کئی عرصہ پہلے پاس کیا ہوا ہے۔

جناب چیئرمین : اگر آپ اس کو discuss کر کے procedure کو streamline کرلیں کیوں کہ رولز کہتے ہیں کہ آپ کو نوٹس دیا جائے۔

جناب یحییٰ بختیار : ایک چھوٹی سی عرض کروں گا جی ابھی میں نے لیڈر آف دی ہاؤس سے درخواست کی کیوں کہ فارن پالیسی کے لیئے ٹائم ہی نہیں رہا اور اتنے اہم مسائل ہیں افغانستان ہے، بوسنیا ہے، سارے ہیں۔ Every member is concerned, میں نے کہا every Pakistani is worried about this we need enough time کل پر کرلیں تو انہوں نے کہا کہ کل میری صبح بھی میٹنگ ہے شام کو بھی میٹنگ ہے۔

جناب چیئرمین : آج شروع کر دیتے ہیں اور پھر آپ کو ہم وقت دیں گے جب آپ کرنا چاہئیں۔

جناب یحییٰ بختیار : کل اگر لین یعنی کب چھٹی نہ ہو اور سب سے پہلی آئیٹم یہی لیں۔

جناب چیئرمین : ٹھیک ہے کرلیں گے کل چھٹی نہیں کریں گے۔

جناب محمد علی خان : ابھی انہوں نے فرمایا کہ کل ہم سیشن کریں میں نے کہا اگر دو چار دن پہلے آپ فرمادیتے تو ہم meetings نہ رکھتے جناب کل میری صبح بھی میٹنگ ہے کل شام کو بھی۔

جناب چیئرمین : اگر کل بحث ہو جائے وزیر صاحب موجود ہوں تو کچھ لوگ بول لیں گے آپ جب بھی آسکیں اس وقت آجائیں۔

Syed Mazhar Ali : Sir, Point of Order. Mr. Chairman, I regret to point out that the report which I have just presented there is an error is that, Syed Abdullah Shah was also a mover, unfortunately his name has been left out, so I propose that report be amended and his name be added to that.

جناب چیئرمین : یہ تصحیح کر دی جائے عبداللہ شاہ صاحب کا نام بھی اس میں شامل کر لیں۔

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل : جناب والا میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ فارن پالیسی پر بحث ہے اور فارن پالیسی کی بحث کی تحریک ایسے اچانک لائی گئی ہے اور اب کل دو دن ہیں یعنی یہ اتنا اہم موضوع ہے اور اس پر ہم کتنا کام کر سکیں گے یعنی دو دن میں کیا ہو سکے گا۔

جناب چیئرمین : دیکھتے ہیں پہلے شروع تو کریں اگر وقت زیادہ ضرورت ہوا تو پھر اس کے لئیے discuss کریں گے کہ کیسے کرنا ہے۔

جناب منظور احمد لچکی : جناب والا یہ جو فارن پالیسی پر بحث کی بات یہاں ہو رہی ہے میں پہلے بھی آپ کو عرض کر چکا ہوں کہ ریکوزیشن میں یہ اندرونی اور خارجہ پالیسی اور اس کے بعد کچھ اور لیا جائے گا یہ تو اس کا ایک حصہ ہے ریکوزیشن کا جب آپ اس پر اس وقت بحث کریں گے تو وہ جو ہمارا ریکوزیشن کا مسئلہ ہے وہ تقریباً ختم ہو جاتا ہے۔

جناب چیئرمین : نہیں، اس کی اپنی قانونی چیزیں ہیں وہ اور چیز ہے۔

جناب منظور احمد لچکی : اس کے بعد فرض کر لیں اگر آپ نے کل ریکوزیشن کا اجلاس انہی points پر بلایا۔ Then again we have to discuss the same things.

Mr. Chairman : You can discuss what you like, once you will summon the session.

جناب منظور احمد لچکی : سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جو ہم نے ریکوزیشن میں دیا تھا تو اسی بنیاد پر لینا چاہئیے۔

جناب چیئرمین : بہر حال وہ ایک علیحدہ چیز ہے۔

Yahya Bakhtiar Sahib, would you like to open the debate on the foreign policy today.

Mr. Yahya Bakhtiar : Tomorrow morning.

جناب چیئرمین: اچھا اس میں یہ ہے کہ ٹائم fix کر لیا جائے کتنا مناسب ہو گا because abriously we cannot have unlimited time. نہیں کچھ آج وقت we can start today ہے

جناب یحییٰ بختیار : ریکوزیشن پر بات کر لیجیئے جو آپ کی ریکوزیشن ہے۔

جناب چیئرمین : ہمارے پاس ٹائم ہے آدھا گھنٹہ اس پر لگالیں گے کچھ یہاں پر دو تین تقریریں ہو جائیں۔

جناب یحییٰ بختیار : نہیں ہو سکے گا ساڑھے بارہ بج گئے ہیں۔

جناب چیئرمین : اچھا ٹائم fix کر لیں کتنا ٹائم مناسب ہو گا ہر ایک سپیکر کے لیئے۔

جناب یحییٰ بختیار : یہ بڑا اہم issue ہے۔

جناب چیئرمین : وہ تو ہے کتنا کر لیں۔

Mr. Yahya Bakhtiar : 15 minutes for each member at least.

Syed Iqbal Haider : 15 minutes, no, half an hour.

Mr. Chairman : For the leaders of the parties, I would suggest 20 minutes or even half an hour.

Syed Iqbal Haider : Half an hour.

Mr. Chairman : For the Leader of the Opposition half an hour, Leader of the House half an hour, for other members,....

Syed Iqbal Haider : Half an hour.

جناب چیئرمین : پھر تو آپ پندرہ دن میں بھی ختم نہیں کر سکیں گے۔

سید اقبال حیدر : ۲۰ منٹ۔

(مداخلت)

جناب یحییٰ بختیار : ۲۰ منٹ ٹھیک ہیں۔

سید اقبال حیدر : کم از کم ۲۰ منٹ آپ فارن پالیسی پر بحث کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین : فارن پالیسی ٹھیک ہے۔ لیکن ۱۵ منٹ ۲۰ منٹ کافی ٹائم ہوتا ہے۔

جناب محمد طارق چوہدری : اتنے بڑے نہیں ہیں ۱۵ منٹ۔ ۱۵ منٹ کافی نہیں ہیں۔

Mr. Chairman : The rules provide-

> "A speech shall not exceed 10 minutes. Provided that the Mover of a resolution when moving the same and the Minister may for 30 minutes."

So, I think what we will do is-

> that 10 minutes for a Member, Leader o the Opposition 30 minutes, Leaders of the Parties 20 minutes.

یہ رولز کے مطابق میں بات کر رہا ہوں۔

جناب محمد طارق چوہدری : آپ ہاؤس sense لے لیں جی۔

جناب چیئرمین : جب رولز میں لکھا ہوا ہے تو sense میں کیا لوں۔

جناب محمد طارق چوہدری : رولز suspend ہو سکتے ہیں۔ فیصلہ آپ ہاؤس سے کرا لیں۔

جناب چیئرمین : دیکھیں جی مقصد یہ ہے۔ کام بھی چلے۔

جناب محمد طارق چوہدری : جناب چیئرمین ۱۰ منٹ میں یہ بات نہیں ہو سکتی۔

جناب چیئرمین : آپ کو تو ۲۰ منٹ ملیں گے۔ آپ کو زیادہ ملیں گے۔

جناب محمد طارق چوہدری : آپ ہاؤس کی sense لے لیں رولز suspend کروا لیں۔

جناب چیئرمین : ایک منٹ جی۔

Mr. Chairman : leader of the Opposition, I would suggest 30 minutes.

Mr. Yahya Bakhtiar : Mr. Chairman, actually there shold be no problem because some members will hardly speak for 10 minutes.

جناب چیئرمین : Fix تو ہو جائے۔ پھر خواہ مخواہ مجھے کوئی کہے گا زیادہ یا کم fix ہو جائے تو اس کا مطابق چلائیں۔ I want to know

Mr. Yahya Bakhtiar : This could be relaxed, if the House wants to.

جناب چیئرمین : اس میں یہ ہو گا۔ then I will be accused اس کو زیادہ دے دیا اس کو کم دے دیا۔

Mr. Yahya Bakhtiar : The only difficulty is sir, that you said 15 and 20 minutes. The people have got an idea now, so, it is very difficult to go to 10 minutes now.

جناب چیئرمین : نہیں نہیں اس طرح کرتے ہیں۔

Leader of the Opposition 30 minutes
Leaders of the Parties 20 minutes and of the Members 15 minutes.

Mr. Yahya Bakhtiar : Right. Fair enoug. کچھ تو fix کریں ناں

Mr. Chairman : O.K. Good enough. Who wants to open the debate then?

ڈاکٹر بشارت الٰہی: چیئرمین صاحب یہ جو آپ نے طارق چوہدری صاحب کو کہہ دیا ۲۰ منٹ۔

Do you recognize him as a Leader of a party? And are you forcing us.....

Mr. Chairman : No, he (Mr. Muhammad Tariq Chaudhry) is a Mover.

Dr. Bishaarat Ellahi : To become parties and become leaders of those parties ?

Mr. Chairman : No. No. If you (Dr. Bisharat Ellahi) want to become leaders how can I step you ? اس میں میں نہیں کر سکتا

But this is what the rules provide according to the situation.

ڈاکٹر بشارت الٰہی : پھر کل ہم آپ کے پاس آ رہے ہیں۔ We are forming a new group. آپ ہمیں ۲۰ منٹ دے دیں۔

جناب چیئرمین : آپ کو نہ میں روک سکتا ہوں نہ میں مداخلت کر سکتا ہوں وہ تو آپ کے فیصلے ہوں گے۔ لیکن میں چاہ رہا ہوں ایک نظام بن جائے۔ تاکہ اس کے مطابق پھر چلائیں۔

جناب محمد طارق چوہدری : وہ جو ریکوزیشن والے مسئلے پر بحث جاری تھی وہ آج ختم کر لیتے۔

جناب چیئرمین : وہ بھی کریں گے وہ آج شاید ختم نہ ہو لیکن اس پر بھی کریں گے۔ میں چاہ رہا تھا کچھ ٹائم اس کو دے دیں۔

جناب محمد طارق چوہدری : جناب چیئرمین دو یا تین آدمی اس پر بولنے والے ہیں۔ تو وہ ختم ہو جائے گی تو پھر کل اس کو ہم شروع کریں گے۔

جناب چیئرمین : میری یہ تجویز تھی اس پر بھی بات کر لیں اور اس پر بھی کر لیں۔ تاکہ دونوں برابر چلتے رہیں۔ ابھی ٹائم ہے۔ فارن پالیسی پر آپ لوگوں نے کہا تھا کرنی ہے۔ منسٹر موجود ہے آپ نے insist کیا اہم ہے اب میں کروانا چاہتا ہوں تو آپ کہتے ہیں آج نہ کریں۔

جناب محمد طارق چوہدری : ہم کوئی انکار نہیں کر رہے کہ اس پر بحث نہیں کرنی ہے لیکن مسئلہ یہ ہے اس کو چھوڑا ہوا ہے وہ آج ختم ہو جائے گا تو آسانی ہو گی کل سے پھر۔

جناب چیئرمین : نہیں ایک اہم آئیٹم ایجنڈے پر ہے۔ اس پر بھی اگر کوئی کرنا چاہتے ہیں۔

GENERAL DISCUSSION ON THE FOREIGN POLICY OF THE GOVERNMENT

Mr. Chairman : I would not prevent him from doing so. Syed Iqbal Haider you want to open the debate on the Foreign Policy of the government.

Syed Iqbal Haider : Thank you. Mr. Chairman.

We listened to the Minister of State for Foreign Affair's 25 pages speech on Foreign Policy with interest and it struck to me sir that it was quite obvious that the speech was crafted by the madarins of the foreign office. The cliche the trite cliche and empty sentiments were the half-mark of the speech. The glimpses of Self-righteousness could only convey the problems.

(interruption)

Syed Iqbal Haider : I am not reading. The four priorities which have been highlighted in the speech are-

"No. 1 is the question of security and territorial integrity."

I am reading from his own speech.

(interruption)

Syed Iqbal Haider : No his own speech. I have found out, in para-3.

No. 2 priority is economic and commercial interests.

No 3 priority as spelled out in para 3 of the speech is the promotion of the welfare of the Pakistani nationals Abroad.

On these points Sir, I would like to emphsise that there is not

a word the walfare of Pakistanis abroad mentioned in this 25 pages speech. These are the three priorities. Out of these three priorities, only on two priorities some verbosity does appear but on the third priority that is the Pakistanis there is not a word about them and the fact is that our Pakistanis abroad are not only neglected and ignored in this foreign policy statement of the Minister but also by our Missions and Embassies and High Commissions there. There is no place for any Pakistanis abroad for any redress of grievance and I have to say painfully that other embassies look after the interests of their nationals in a very strong manner and the most painful thing is that even in the Muslim countries the way the Pakistanis are being mistreated and victimized that is unimaginable and no action is taken by the embassies to protect them.

Sir the foreign Minister further highlighted, because it is 20 minutes time and I cannot have my full speech so, I will go by point by point.....

Mr. Chairman : 15 minutes.

Syed Iqbal Haider : 20 minutes.

Mr. Chairman : 15 minutes for Members, 20 minutes for.....

Syed Iqbal Haider : Right sir, I don't want to indulge in any kind of debate. In pursuit of these objectives the honourable Foreign Minister of State emphasised that the foreign policy is guided by the follwing principles :

"Adherence to the principles of U.N. Chartar"

I have to state regretfully the time and again international independent non-official forums also have been voicing their resentment and protest against Pakistan not adhering the U.N. Charter. In the latest report of the Amnesty International which was released in November 1991 I would just read one of the paragraphs and it says :

"that principle 11 and 12 of the U.N. basic principles on the independence of judiciary adopted by the 7th U.N Congress on the prevention of crimes and the treatment for offenders 1985 and

endorsed by the U.N. General Assembly in Resolution 40 and 43 and Resolution 40 and 146 state that the terms of office of the Judges, their independence, security adequate remuneration, conditions of service, pension and age of retirement shall be adequately secured by law in respect of the Special Courts and their Constitution. The Amnesty International states that all these UN resolutions and Charters are being openly violated in Pakistan. This is not the only thing and the principles as laid down. The right of defendant to a public hearing is laid down in Article 14 sub-article (1) of the International Convenant on civil and political rights. This is being violated under the new laws which are being framed in Pakistan and I can go on to a large number of examples. Sir, that principle No-507 the united Nations basic principle on the independence of judiciary is being violated and the basic standards Amnesty International is concerned is that the Special Courts for speedy trials do not conform to the minimum standards of fair trial as laid down in the international human rights instruments such as International Convenant on Civil and Political Rights. So this is just one of the reports Sir, that I am pointing out. The International Commission of Jurists has also been voicing their resentment and dissatisfaction over this. The adherence to the UN Charter is just not been a consideration for my present government and it is being violated including the 12th Amendment of the Constitution has been termed by all international agencies as in violation of the human rights Charter of the UN. So that goes as far as the first point is concerned, that goes, sir.

My next point is sir, that the honourable Minister has said in para 6 that :

> "Our foreign policy draws its strength from the cultural and spiritual values of our people and the principles of our ideology. It, therefore, endeavours to develop special close relations with all Islamic countries and to strengthen the solidarity of the Muslim Ummah....."

My question to him is sir, how many heads of the Muslim States have visited Pakistan during the tenure of this government? What is the importance of my relations when not a single Muslim head of the State has visited from November 1990 till todate. This is the importance of our relations which signifies sir.

Sir I will move quickly to the point of nuclear. On nuclear the government has again made a statement which is not inconsistent with the previous statement. I would briefly draw your attention to the statement of our Prime Minister published on 23rd or January Prime Minister said while commenting on the nuclear programme.

"We are committed to its programme and there is no question of wavering on it. On 7th of February our Secretary Shaharyar Khan in an interview to the Washington Post said the capability is there, perhaps Pakisan possesses one atomic Bomb. On 9th of February' the Foreign Officer's spokesman while clarifying the Shaharyar's interview given to the Washington Post has given assurance htat its programme is not nuclear oriented. On 19th February Pakistan's Ambassador in Washington Syeda Abida Hussain commented on Pakistan's announcement of its nuclear capability :

> "I am proud to represent a government which has decided to tell the truth. We have been able to bridge the credibility gap which we have suffered from and that is why we are starting the situation as it is."

And in this statement they say that there is a freeze on the nuclear. My question is as highlighted in the daily "Nawa-e-Waqt" on 23rd of August on this statement there is a beautiful editorial written by Nawa-e-Waqt and Nawa-e-Waqt asks, I may read :

موجودہ حکومت نے برسر اقتدار آتے وقت جو نعرے لگائے تھے ان میں سے ایک ایٹمی پروگرام کی تکمیل بھی تھا، اس ضمن میں سابقہ حکومت کو مطمئن بھی کیا گیا اور امریکی دباؤ قبول نہ کرنے کا اعلان بھی ہوتا رہا مگر کچھ عرصہ قبل سیکرٹری خارجہ شہریار خان نے امریکی دورے میں یہ اعلان کر کے قوم کو حیران کر دیا کہ پاکستان اپنے ایٹمی پروگرام کو ۱۹۸۹ء کی سطح تک لے جانے کے لیئے تیار ہے اور اب منیر احمد خان نے بھی اس کی تصدیق کر دی ہے بلکہ یہ بھی کہہ دیا ہے کہ پاکستان اسے ۱۹۸۹ء کی سطح پر منجمد کر چکا ہے اس کے برعکس خارجہ

امور کے وزیر مملکت محمد صدیق کانجو نے سینٹ میں خارجہ پالیسی پر بحث کے دوران ایک بار پھر اس عزم کا اعادہ کی ہے کہ سلامتی کی وجوہ سے پاکستان اپنے پروگرام سے یک طرفہ طور پر دستبردار نہیں ہوگا۔ اب معلوم نہیں اصل حقیقت کیا ہے۔ بلکہ پاکستان کو یک طرفہ طور پر اس سے دستبردار نہیں ہونا چاہئے، کسی قیمت پر نہیں ہونا چاہئیے۔ as my great leader had said once that we will eat grass but we will not compromise security of Pakistan. The nuclear is connected with the security of Pakistan. It was Shaheed Zulfiqar Ali Bhutto who had said that we will eat grass but we will not compromise the security of Pakistan. On what basis the programme has been frozen because if we roll back Pakistan's programme to 1989 then it means that India is continuing to have its programme as high as possible. Were we in 1989 equal to the programme of India, the answer is no, India was far advance. Has India stopped now from continuing with its nuclear programme? India has not stoped now, then why, are we making these contradictory statements. On the one hand you say that we are not going to compromise unilaterally and unless there is a regional solution to the whole nuclear issue which we concede. There aught to be a regional solution to the issue then why are you saying that you have frozen your programme. There is apparent contradiction. What should I believe and what should I not believe and what is the supreme consideration for the security of Pakistan. Sir, you have seen that with the force of arm people could create a parallel government within Sindh. In the same manner with the force of arm the sovereignty of Pakistan will be eroded if the other side has a heavy armament and arsenal. it has to be a joint approach, it has to be a common approach. There is a clear-cut confusion on that issue and I would like the government to clarify its position. Our supreme interest is the security of Pakistan and that has to be ensured.

On the question of Afghanistan again Sir, several contradictory statements are appearing. The Peshawar Accord unfortunately for all practical purposes is not existed. Afghanistan's issue is an issue of the integrity of Pakistan. Amy break-up, God forbid of Afghanistan would inevitably result in the distintegration of Pakistan. It is a very very serious issue. We have suffered on

account of Afghanistan issue, our body politics has changed, we have suffered the course of durgs, we have sufferd the influx of arms, we have suffered the Martial Law because of that, because of its continuation. The price the people of Pakistan have paid on account of Afghanistan is higher than the price and sacrifice offered by the Afghanis themselves. Unfortunately our sufferings are continuing. There is a reverse cycle of influx of the Afghan refugees coming back to Pakistan and if Afghanistan is divided then I have strong and serious fears that it will affect the integrity of Pakistan, so what government is doing. All the leaders of the Afghan Mujahideens have expressed their dissatisfaction over the government policies whether it be Hekmatyar, whether it be Masood, whether it be Dostum or anybody and the war is continuing. About Hekmatyar's offices I read in yesterday's newspaper that foreign Office has clarified that non of the offices of Hekmatyar have been closed. On the other hand the government is making a statement that Pakistan will not allow its territory for any armed struggle between the Afghan refugees. Sir, there is an apparent contradiction. I had said time and again, last year also and early this year that Hekmatyar should have been declared persona non grata but our advice was not heeded to. The Muslims blood is being shed unnecessarily, is this the war for Islam. We have been warning the government of Pakistan repeatedly and time and again to control the conseqeunces of the withdrawal of the Russian forces and the Najib. The result is that there is a chaos and there is a civil war in Afghanistan which is affecting me, my country and my people. Nobody will come for any aid if the Afghan refugees continue to return back to Pakistan, we will receive no aid, we will continue to have the liabilities, so sir, this issue has to be taken most seriously and every effort has to be made, where is my Muslim Ummah, you are talking about Bosnia-thousands and lacs of people are being killed in Afghanistan, where is my Muslim Umma, where is OIC, why are they not interfering, why are they not applying their influence and pressure on them to stop this blood-shed. There is nobody to brother about them because the America is not interested. Russia is not there, Najib has gone, let them fight, as many Muslims are killed the better. It is for the Yahoodies and the Israelis as simple as that and the Shaikhdom and the kingdom are not bothered to prevent any blood-shed of my Muslim brothers in Afghanistan, let these maskeens, we are quite maskeen Pakistanis there, let these maskeens suffer any further,

what, goes of our coffer, we are alright yet. This sort of thing I resent sir. Now come to the issue that has not been touched. There has been a paragraph that says-the policy says that "on US they inherited the policy" I was shocked to read this word. They say, on the US the government has inherited the policy", what a wrong and false statement has been made by them because they did not inherit any liabilities when we were in the government. My party and leadership was capable and competent enough not to compromise the security of Pakistan, not to compromise the nuclear programme, not to have the freeze on the nuclear issue and simultaneously continue to have the military aid and economic aid. My government had succeeded in increasing the textile quota. Now four things are not there. What is the achievement of this government with regard to its relations with the United States. The aid was stopped, even those armaments for which we have already paid have not been given. Eight million textile quota has been recently reduced of the export from Pakistan by the US. Economic aid is frozen and nothing has been done by this government or by their most talented Ambassador to the United States which finds no precedent in Pakistan, what is the achievement none, Sir, the largest donor country is Japan according to this policy and you know out of twenty five pages only six lines have been devoted to Japan. Not that makes the end, the Prime Minister has cancelled the trip of Japan, what sort of priorities do you have. Is this the way to keep Japan that it has been denied just to appease Daewoo, the Japanese have been ignored and disregarded and discriminated despite the fact that Japan is the largest donor country to Pakistan and it is not being given the due importance and the Prime Minister has just out of a blue cancelled the trip. Now going back in December sir, it is not good enough, it is the bad bandage. Now it is not going to bring the desired....

جناب چیئرمین : چلیں جی شکریہ۔۔۔۔۔دیکھیں ناں پندرہ fix کئے تھے ۲۰ منٹ ہوگئے ہیں اب کچھ آپ بھی انصاف کریں ناں۔ جس طرح آپ بول رہے ہیں پورا دن اس طرح لیں گے۔ I am sure anybody from this side who wants to speak today, anybody from this side.

جی عبدالخالق خان صاحب۔

(مداخلت)

Mr. Hasan A. Shaikh : Point of order, sir, the speech of my learned friend is relevant and as long as he is relevant he should have been given some concession by you. He was quite relevant.

Mr. Chairman : He was relevant but میں کیا کروں۔

Mr. Hasan A. Shaikh : He was just trying to wind up.

جناب چیئرمین : دیا ہے ہاں ۱۵ سے ۲۰ کر دیئے ہیں اور کیا کرتا۔ اب ہر ایک کو دیں گے تو پھر اس طرح سے مشکل ہو جائے گی جی خالق خان صاحب۔

جناب عبدالخالق خان : جناب چیئرمین! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے بولنے کا موقع دیا ہے جناب خارجہ پالیسی کی debate اس ایوان میں یا ایوان زیریں میں سب سے اہم debate ہوتی ہے۔ اور ہماری بد قسمتی یہ ہے کہ اتنے اہم debate پر بھی وقت کی پابندی لگا دی گئی ہے۔ اور ہم سے تقاضا کیا جا رہا ہے کہ ہم سمندر کو کوزے میں بند کر دیں بہر حال کچھ لوگ جو فن جانتے ہیں وہ کامیاب ہوں گے مگر ہم جیسے اناڑی جو ہماری تقریر ہمارے جذبات و احساسات وہ ادھورے رہیں گے۔ بہر حال میں کوشش کروں گا کہ کم سے کم وقت میں معروضات اس ایوان میں پیش کر سکوں۔ جناب کامیاب خارجہ پالیسی کسے کہتے ہیں ہمیں شروع میں اس کی وضاحت کر دینی چاہیئے خارجہ پالیسی وہ کامیاب ہوتی ہے کہ جس کے ذریعے سے آپ اپنے ملک کی سیاست کو آگے لے جائیں آپ اپنے ملک کے لیئے بین الاقوامی سطح پر اپنے دوستوں میں اضافہ کریں اور دشمنوں میں کمی کریں۔ ایسی کامیاب خارجہ پالیسی تب ہی ممکن کہ جب یہ خارجہ پالیسی آپ اپنے ملک کے عوام کو اعتماد میں لے کر بنائیں۔ اگر آپ عوام کو اعتماد میں لے کر ہنس بنائیں گے اور ہمیشہ بند کمروں میں ڈکٹیٹروں اور آمروں کے مفاد میں خارجہ پالیسی بنانے رہے ہیں اگر یہ طور طریقہ جاری رہا تو اس کے نتیجے جو ہم نے بھگتے ہیں ۴۵ برس میں، اس کے لیئے ہمیں آئندہ بھی تیار رہنا

چاہیئے۔ جناب والا! ہماری ہر ایک حکومت نے اپنی خارجہ پالیسی کے ضمن میں اپنے عوام سے جھوٹ بولا ہے یعنی آپ خیران ہوں گے میں ساری تفصیلات تو بیان نہیں کر سکتا ایک وقت ہمارے پرائم منسٹر صاحب نے کسی سے پوچھے بغیر ایک بیان داغ دیا اور جس نے سارے عرب ممالک کو پاکستان کا دشمن بنایا صرف اس لئے کہ وہ امریکہ کی خوشنودی چاہتا تھا اسی طرح ابھی حالیہ ہمارے اس گلف کے بحران کے موقع پر یعنی ملک کے اندر سارے گلی کوچوں میں ایک بڑے شہر کی بات نہیں کرتا چھوٹے towns جو ہیں جو گاؤں ہیں وہاں بھی روزانہ صبح و شام لوگ جلوسوں اور جلسوں کی شکل میں اپنے جذبات اور احساسات پیش کرتے تھے حکومت وقت کے سامنے، مگر کسی نے بھی قوم کی بات پر کان نہیں دھرا اور وہی ہوتا رہا جو چند افراد کی مرضی کے مطابق تھا اور میں یہ کہوں گا اپنے مفادات جو ہیں ان کی حفاظت کی خاطر وہ اپنی فارن پالیسی بنانا چاہتے تھے اور وہ انہوں نے بنائی۔ آپ کی فوج یہاں سے بھیجی گئی۔ پاکستان کے عوام کو تو چھوڑیں آپ کی پارلیمنٹ سے کسی نے نہیں پوچھا۔ پارلیمنٹ سے کسی نے اجازت نہیں لی۔ اسی طرح آپ نے بلاوجہ عربوں کے مسئلے میں اپنے آپ کو ایسے طریقے سے invovle کیا کہ اس سے عرب ممالک کے جزبات اور احساسات کو شدید دھچکا لگا۔ جناب میں عرض کروں کہ ہماری خارجہ پالیسی کبھی جمہوری طریقے سے عوام کو اعتماد میں لے کر نہیں بنائی گئی۔ ہم بڑے شدومد سے کہتے ہیں کہ ہماری خارجہ پالیسی کا corner stone امریکہ کی خوشنودی ہے۔ اور یہ ایک open secret کہ ہماری خارجہ پالیسی روز اول سے اسی بنیاد پر بنتی رہی ہے کہ ہم امریکہ کو خوش کریں اور امریکہ واشنگٹن سے ہمیں ہمیشہ dictation دیتا رہا ہے ہماری فارن پالیسی کے ضمن میں تو یہ تو ایسی بات ہوئی اور ہم قوم کو ہمیشہ یہ مژدہ سناتے رہے کہ یہ نہایت ہی کامیاب خارجہ پالیسی ہے۔ اس خارجہ پالیسی کی کامیابی کا ہم کئی بار امتحان لے چکے ہیں۔ ایسے مواقع بھی آئے جب آپ کا ملک ٹوٹ رہا تھا۔ جب پاکستان کا مشرقی بازو آپ سے کٹ رہا تھا اس وقت یہاں انتہائی ڈھٹائی کے ساتھ ہمارے اخبارات اور ہمارے ریڈیو، ٹیلی ویژن

لوگوں کو یہ خوشخبری سناتے رہے کہ وہ امریکہ کا فلاں بحری بیڑہ آگیا ہے اور بس چند دنوں کی بات ہے۔ انشاءاللہ وہ ہمارے دشمنوں سے نمٹ لے گا۔ آخر میں معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ عوام کو دھوکہ دینے کے مترادف تھا۔ اور ملک کٹ گیا۔ دو حصوں میں تقسیم ہوا۔ اور وہ ملک جس کی خوشنودی کو ہم اپنی خارجہ پالیسی کا corner stone سمجھتے تھے اس نے اس آڑے وقت میں نہ صرف یہ کہ ہماری کوئی مدد نہیں کی بلکہ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ پاکستان کی تقسیم کی اس سازش میں پوری طرح ملوث ہے۔ اور جناب ہم یہ کس خوش فہمی میں مبتلا ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ امریکہ ہمارا دوست ہے۔ کبھی امریکہ نے بھی کہا ہے کہ اس کے دل میں پاکستان کے لیئے اتنی قدر ہے اور اتنی ہمدردی ہے۔ میں آپ کو ایک واقعہ بتاؤں۔ مجھے پچھلے سال دو مرتبہ اپنے علاج و صحت کے لیئے امریکہ جانا پڑا۔ اور کافی لمبے عرصہ کے لیئے مجھے وہاں رہنا پڑا۔ وہاں مختلف الخیال لوگوں سے، سیاستدان، انجینئر، ڈاکٹر، استاد وغیرہ سے ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں۔ میں آپ کو بتاؤں کہ مجھے اتنا shock ہوا۔ پاکستان کو وہاں کوئی جانتا تک نہیں ہے۔ واشنگٹن میں کوئی اوپر طبقے والے سیاستدان بش اور اس کے چند ہمنوا اور فارن آفس کے کچھ لوگ شاید پاکستان کو جانتے ہیں۔ ہر ایک آدمی وہاں کا، ایک ordinary worker بھارت کو جانتا تھا۔ وہ افغانستان کو جانتے تھے۔ شاید اس وجہ سے کہ افغانستان میں تیرہ سال سے لڑائی ہو رہی تھی اور اسی کی وجہ سے اس کی کافی مشہوری ہوئی مگر سوال یہ ہے کہ لڑائیاں تو ہم نے بھی لڑی ہیں۔ اور اس افغانستان کی لڑائی میں ہم بھی ملوث رہے ہیں۔ کم از کم اس کا اتنا فائدہ ہونا چاہیئے تھا کہ پاکستان بھی متعارف ہوتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارے فارن آفس کی انتہائی ناقص کارکردگی کی ایک منہ بولتی تصویر ہے۔ جناب عالی ہم نے کشمیر کے مسئلے پر کیا کیا۔ خود اپنے ہاتھوں ہم نے کشمیر کے مسئلہ کو بنگلہ کیا۔ ایک وقت initially ایسا تھا کہ ہندوستان کے حکمرانوں نے ایک پیشکش کی کہ آپ جوناگڑھ اور حیدر آباد کے صلے میں کشمیر لے لیں مگر یہاں ایک مخصوص لابی اثرانداز ہوئی اور ان کے مخصوص مفادات کی وجہ سے ایک سنہری پیشکش کو ٹھکرا دیا گیا۔ آج کیا حالت

ہے۔ آپ جونا گڑھ بھی کھو بیٹھے آپ حیدر آباد دکن بھی کھو بیٹھے اور آپ کشمیر بھی کھو بیٹھے۔اس کے بعد جناب ذوالفقار علی بھٹو صاحب کے وقت میں شملہ accord ہوا۔ شملہ accord میں ہم نے خود تسلیم کیا کہ ہم یہ مسئلہ بین الاقوامی سطح پر نہیں اٹھائیں گے اور bilateral طریقوں سے اس پر ہم بات کریں گے۔ وقتاً فوقتاً بیٹھیں گے۔ وہ پالیسی جو تھی۔ شملہ accord عمیں آپ جو کچھ کر کے آئے پھر پارلیمنٹ نے اس کی تصدیق بھی کی۔ میں پارلیمنٹ کا ممبر تھا۔پارلیمنٹ سے اس پر باقاعدہ انگوٹھا لگوایا گیا اب کہا جارہا ہے کہ شملہ accord کے آپ پابند نہیں ہیں۔ ہم اس مسئلے کو لے جائیں گے اور بین الاقوامی سطح پر اٹھائیں گے۔ یہ ہماری ناقص خارجہ پالیسی کی منہ بولتی تصویر ہے۔اسی طرح کشمیر کے بارے میں بھی ہم لوگوں کو گمراہ کرتے رہے۔ یہاں ہم لولوں کو بتاتے رہیے کہ بس تھوڑا سازور چاہئیے۔ تھوڑا سا آپ ایجی ٹیشن کریں اور کشمیر انشاءاللہ آپ کی جھولی میں آجائے گا۔ایسا نہیں ہو سکتا۔ ہندوستان انتہائی کمزور ملک سبھی لیکن آپ سے ہر لحاظ سے، ہر ایک field میں پانچ گنا زیادہ طاقت ور ہے۔ آبادی کے لحاظ سے ہو۔ دفاعی افواج کے لحاظ سے ہو۔ وسائل کے لحاظ سے ہو۔ یہاں پر یہ تاثر دینا کہ بس کشمیر جو ہے۔ آپ کہتے رہے ہیں کہ کشمیر پاکستان کی شہہ رگ ہے۔ کشمیر کے بغیر پاکستان کا نقشہ نامکمل ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ اس میں بھی ہم دوغلی پالیسی اپنائے ہوئے ہیں۔اور ہم منافقت سے کام لیتے رہے ہیں ہم نے کبھی بھی درحقیقت خلوص سے، اپنی جو بھی ناقص پالیسی تھی اسے آگے لے جانے کے لئیے کچھ بھی نہیں کیا۔ حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ ہماری ہی ترغیب کی وجہ سے اب کشمیری اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور کشمیر کو آزاد کرانے کی خاطر انہوں نے مسلح جدوجہد شروع کی ہے۔ یہ بڑے شرم اور ندامت کی بات ہے۔ یہ آپ کی پالیسی ہے۔ میں نہیں کہتا ہوں۔اب تو آپ اپنے آپ کو Commit کر چکے ہیں۔اب تو آپ پر لازم آتا ہے، آپ کی ذمہ داری ہے کہ آپ جائیں، اور وہاں اپنے حصے کا کام کریں۔ لیکن جو لوگ روز اول سے information رکھتے تھے ان کو معلوم تھا کہ آپ کا قطعاً کوئی اس قسم کا ارادہ نہیں ہے

this was for the general consumption ملک کے اندر اور اس کے سیاسی فوائد حاصل کرنے کے علاوہ کوئی وہ نہیں ہے۔ ہندوستان کے ساتھ ہمارے تعلقات جو بھی ہیں اس کے پس منظر میں میں نہیں جاتا چاہتا۔ پاکستان ہندوستان کو کاٹ کر بنایا گیا۔ اور یہ اس کا لازمی نتیجہ ہونا تھا کہ روز اول ہی سے دونوں ممالک کے علقات انتہائی کشیدہ ہوں۔ مگر پینتالیس برس کر پے در پے تلخ تجربات سے گزرنے کے بعد آج میں باوثوق طریقے سے یہ بات کہنے کی پوزیشن میں ہو کہ ہم نے پڑوسیوں کی طرح اکٹھا رہنا ہے نہ آپ ہندوستان کو دنیا کے نقشے سے مٹا سکتے ہیں اور نہ ہندوستان پاکستان کو ہڑپ کر سکتا ہے۔ اب یہ realitis ہیں۔ اسے آپ expect کریں۔ اور یہ دونوں ممالک کے عوام کے مفاد میں ہو گا اگر آپ ایسے سیاستدان پیدا کریں ایسے مدبر لوگ پیدا کریں کہ جو اس کشیدگی کے vicious circle کو توڑ کر وہ آئیں اور یہ دونوں ممالک کے تعلقات معمول پر آئیں۔ جناب ہمارا انتہائی پسماندہ، غریب اور مفلس ملک ہے اور ہمارے وسائل بہت ہی محدود ہیں۔ دونوں کے۔ ہندوستان کی حالت بھی ہم سے کوئی بہتر نہیں ہے۔ اس کشیدگی کی وجہ سے ہمارے بجٹ کا lion share دفاع کے نام پر چلا جاتا ہے۔ اور اسی وجہ سے دن بدن غربت افلاس اور جہالت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ آپ تصور کریں کہ اگر آپ کے تعلقات معمول پر ہوں۔ اور آپ کو یہ دفاع کا ناقابل برداشت بوجھ برداشت نہ کرنا پڑے۔ تو آپ اندازہ لگائیں کہ پینتائیس برس میں آپ کہاں سے کہاں پہنچیں گے۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ پاکستان اور ہندوستان کے عوام کے اکثر و بیشتر مسائل کا بیشتر حصہ کبھی کا حل ہو چکا ہوتا۔ اور ہم ترقی یافتہ ممالک کی صفوں میں کھڑے ہوتے۔ لیکن بد قسمتی سے ایسا نہیں ہے۔ یہاں پر ایسے بھی لوگ آئے کہ جنہوں نے کہا کہ وہ ہندوستان سے ایک ہزار سال تک لڑتے رہیں گے۔ بھائی خدا کا خوف کریں آپ خود تو لڑتے نہیں ہیں لوگوں کو مرواتا ہے اور پھر آپ سب سے زیادہ بہتر جانتے ہیں کہ ایک ہزار سال تک نہیں آپ ایک ہفتے سے بھی زیادہ نہیں لڑ سکتے۔ ہماری دو تین جنگیں ہوئی ہیں جن کا نتیجہ آپ کے سامنے ظاہر

ہے تو میں اس لیئے کہتا ہوں کہ اب وقت آگیا ہے کہ آپ ٹھنڈے دل سے اس پڑوسی ملک کے ساتھ تعلقات کو بہتر بنانے کے لیئے ہم بیٹھیں اور ہم بلا خوف و خطر ملک و قوم کے مفاد میں آگے بڑھیں اور ایسے اقدامات کریں کہ دونوں ممالک ے تعلقات خوشگوار ہوں میں کہتا ہوں کہ دونوں ممالک ے غریب عوام پر یہ ایک بہت بڑا احسان ہوگا اور جو بھی سیاستدان اس قابل ہوگا کہ یہ نیک کام کرے تو وہ تاریخ میں اپنے لیئے ایک قابل رشک مقام پیدا کرے گا۔

جناب والا، اب اس کے بعد ہمارا دوسرا پڑوسی ملک افغانستان ہے افغانستان کے بارے میں تو میں اتنا عرض کروں کہ جب بھی آئندہ تاریخ میں افغانستان کا نام آئے گا تو ہمارے سب کے سر شرم اور ندامت سے جھل جایا کریں گے۔ جناب والا ہم نے کیا کیا ایک پڑوسی مسلمان ملک، ایک پسماندہ ملک جو ہے وہاں ہم نے یعنی تخریب کاری کے ذریعے ہم نے وہاں پر ایسے حالات پیدا کئے کہ اس کو تو ہم نے سیاسی اور اقتصادی طور پر بالکل تباہ کر کے رکھ دیا۔ میں آج بھی شد و مد سے کہتا ہوں کہ اگر پاکستان اپنی سرزمین ان تخریب کاروں کے حوالے نہ کرتا اگر یہاں تخریب کاری کے اڈے بنانے کی اجازت نہ دی جاتی اگر آپ کے ملک سے ٹنوں کے حساب سے روزانہ یہ جو most sophisticated اسلحہ جو ہے یہ افغانستان تخریب کاری کے لیئے نہ جاتا اور جو فنڈز سعودی عرب اور امریکہ سے آتے تھے اگر وہ ان لوگوں کو آپ مہیا نہ کرتے تو میں آپ کو یقین سے کہتا ہوں کہ دو چار مہنوں سے زیادہ یہ لڑائی جاری نہیں رہ سکتی تھی اور آپ تو شاید نہیں مانتے کوئی کہتا ہے ۱۳ لاکھ بندے مرے ہیں کوئی کہتا ہے ۱۴ لاکھ مگر مجھے معلوم ہے ۱۹۸۹ء میں، میں قومی اسمبلی کا ممبر تھا آئی ایس آئی نے ہمیں ایک بریفنگ دی اور اس وقت کے آئی ایس آئی کے وجرنیل صاحب تھے انہوں نے خود اعتراف کیا ۱۹۸۹ء میں کہ دونوں طرف سے دو ملین لوگ مارے گئے ہیں۔ دو ملین بیس لاکھ کے لگ بھگ ہوئے مگر ۱۹۸۹ء کے بعد ۱۹۹۲ء اس دوران وہاں کوئی امن تو نہیں رہا وہاں تو لڑائی میں شدت ہی ہوتی رہی ہے تو مجھے یہ کہنے میں

کوئی تامل نہیں ہے کہ وہاں کم از کم ڈھائی ملین لوگ جو ہیں وہ بیگناہ مارے گئے ہیں اور جناب یہ لوگ کون ہیں یہ سارے فوجی تو نہیں ہیں ان میں مرد اور عورتیں ہیں ان میں بچے اور بوڑھے ہیں ان میں جوان بھی ہوں گے مگر آخر ہم نے اتنے بیگناہ لوگوں کا جو خون بہایا تو اس کا مقصد کیا تھا اب تو بڑی ڈھٹائی سے، ہم تو موچھوں پر تاؤ دے کر کہتے ہیں کہ ہم نے ایک بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ کیا کارنامہ سرانجام دیا ہے ایک غریب پڑوسی ملک کو اقتصادی اور سیاسی لحاظ سے بالکل تباہ و برباد کر کے۔ وہاں آج کل قحط ہے کسی کو کھانے کو نہیں مل رہا ہے اور حالت یہ ہے کہ اس کے دارالخلافہ کابل میں شاید ماسوائے ان لوگوں کے جو کہ ایک دوسرے پر راکٹ برسا رہے ہیں اب کوئی سویلین وہاں زندہ موجود نہیں ہے لوگ اپنے گھروں میں لاشوں کو اپنے عزیز و اقارب اپنے بچوں کی لاشوں کو اپنے گھروں کے صحن میں دفن کرتے آئے ہیں اور ایسی حالت تھی یعنی ان پر تو قیامت ٹوٹ پڑی اور اس سب کا سہرا جو ہے وہ آپ کو جاتا ہے کہ آپ کی برکت سے سب کچھ ہوا یعنی ہم چیخ چیخ کر کہتے رہے شروع سے ہم کہتے رہے کہ یہ آپ کی پالیسی افغانستان کے بارے میں ناقص ہے یہ غلط پالیسی ہے اس سے کسی کو فائدہ نہیں ہوگا اور آپ اس ملک میں یعنی لگا کر اور اس آگ پر تیل چھڑک کر اب آخر میں یعنی حکومت کی طرف سے اعلانات ہوتے ہیں کہ ہمیں افغانستان کے لوگوں سے بڑی ہمدردی ہے اور بڑی ڈھٹائی سے کہا جاتا ہے کہ افغانستان کے معاملات میں ہم مداخلت نہیں کرنا چاہتے یہ جناب اس کو کہتے ہیں زخموں پر نمک چھڑکنا اگر کم از کم کوئی دوسری حکومت ہوتی وہ اس پوزیشن میں ہوتی کہ وہ کہتی کہ ہم افغانستان کے اندرونی معاملات میں کوئی مداخلت نہیں کرنا چاہتے مگر اس حکومت کو تو کم از کم یہ بات نہیں کہنی چاہیئے اب یہ ساری دنیا کو معلوم ہے افغانستان کی شوریٰ کا اجلاس اسی اسلام آباد میں ہوا۔ اسلام آباد کی عبوری حکومت پشاور میں بنی اور وہی ایک کٹھ پتلی حکومت جو ہے اس کو پاکستان کی حکومت نے اٹھا کر کابل میں افغانستان کے عوام پر مسلط کیا اور پھر ہم کہتے ہیں کہ ہم ان کے اندونی معاملات میں کسی طور پر ملوث نہیں ہونا چاہتے یہ

تو بڑی زیادتی ہے یہ تو جو کچھ ان کے منہ میں آ گے وہ کہتے جائیں گر کم از کم دنیا جانتی ہے کہ ہم افغانستان کی تباہی اور بربادی میں ہمارا کیا کردار رہا ہے اور ہم کس حد تک ذمہ دار ہیں جناب والا! وہاں ایک وقت ایسا بھی آیا افغانستان کے لوگ بہت غیور ہیں افغانستان میں بڑی لڑائیاں لڑی گئیں انگریزوں کے وقت میں بھی کابل فتح ہوا مگر کبھی افغانوں کی اتنی بے عزتی نہیں ہوئی جتنی کہ ہمارے نام نہاد پاکستان کے حکمرانوں نے کی وہاں پر جناب انہوں نے ویت نام کی طرز ایک وقت میں recreation centres بنائے امریکیوں نے اپنے جو امریکی سپاہی ہوتے تھے جو وہاں لڑتے تھے تو وہ عورتوں کو لا کر جگہ جگہ محاذ سے پیچھے بیٹھا دیتے تھے اور محاذ پر جو آدمی دو تین مہینے ڈیوٹی دے کر آ جاتا تھا تو پھر ان کا حق بنتا تھا کہ وہ ان عورتوں کی عصمت سے کھیلے تو یہاں پر بھی وہی repeat ہوا اور افغانستان جیسے غیور ملک میں وہاں پر بھی کم از کم مجھے جتنا معلوم ہے دو جگہ یہ recreation centres بنائے گئے اور جہاد کے مقدس نام پر لوگ جو تھے ان کو کھلم کھلا چھٹی دے دی کہ آپ جائیں اور افغانوں کی ماؤں بہنوں اور بچیوں سے اور ان کی عصمتوں سے ان کی عزت سے آپ کھیلتے رہیں جناب والا اگر ہم اس پر بحث کریں اس کے بارے میں ہم بولتے رہیں تو سارا دن لگ جائے گا مگر بہر حال مجھے معلوم ہے اس کا کسی پر کوئی بھی اثر نہیں حکومت وہی پالیسی اختیار کرے گی جو کہ اس نے پہلے سے ٹھان رکھی ہے اور ہم لوگوں کی آواز جو ہے یہ نگار خانے میں طوطی کی آواز ہے اس سے کوئی اثر نہیں ہوگا جناب والا آپ جب کہتے ہیں کہ آپ اندونی معاملات میں مداخلت نہیں کریں گے۔ آپ کیوں مداخلت کریں وہاں دو فریق لڑ رہے ہیں آپ نے وزیر اعظم نے ابھی چند دن پہلے بیان دیا ہے کہ وہاں کابل میں جو حکومت ہے ہم اس کی پوری طرح حمایت کرتے ہیں اور کیا مداخلت ہے یعنی مجھے مداخلت کی تعریف معلوم نہیں ہے اور میں اس ایوان کے سامنے بڑی ذمہ داری سے یہ بات کہتا ہوں کہ ہمارے ذمہ دار لوگ جو حکومت میں ہیں اب بھی چوری چھپے وہ گلبدین حکمت یار کو اسلحہ مہیا کر رہے ہیں راشن اور خوراک کی سپلائی کے بہانے اور یہ باتیں جو میں کہہ رہا ہوں

وزیر اعظم صاحب اس سے واقف ہیں اور اس پر کچھ عارضی طور پر شدید ردعمل بھی ہوا مگر وہی ہو رہا ہے کہ اب بھی ہم باقاعدہ افغانستان کے اندرونی معاملات میں ہم ایک باقاعدہ فریق ہیں اور ہمیں یہ زیب نہیں دیتا کہ ہم باہر کی دنیا کو کہیں کہ ہم کسی طور سے ملوث نہیں ہیں۔

جناب والا! پہلے آپ کہتے تھے کہ چونکہ افغانستان میں روسی آگئے ہیں یہ جہاد تب تک جاری رہے گا جب تک روسی چلے نہیں جائیں گے روسی چلے گئے پھر آپ نے کہا جی کہ وہ روسیوں کی باقیات ہیں۔ ڈاکٹر نجیب جب تک اقتدار سے نہیں ہٹے گا وہ جناب ڈاکٹر نجیب بھی اقتدار سے ہٹ گیا اب ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ اب یہ کس خوشی میں اور کس کے خلاف جہاد ہو رہا ہے ہم نے روز اول سے یہی کہا کہ یہ جہاد نہیں ہے یہ جہاد کے نام پر فساد ہے اور وہی کچھ ہو رہا ہے جو ہم کہتے آرہے ہیں مگر ہماری بات پر کسی نے کان نہیں دھرا جب ہم کالج وغیرہ میں پڑھتے تھے تو ہم وہاں پر ایک یعنی ایک شعر تھا کہ

دین ملا فی سبیل اللہ فساد

مجھے اس کی کوئی سمجھ نہیں آتی تھی کہ دین ملا فی سبیل اللہ فساد، ہم سب ملا کے پیچھے جا رہے ہیں اور اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں سب کچھ کرتے ہیں یہ کیا ہو گیا ہے۔ یہ افغانستان میں جو کردار ملاؤں نے ادا کیا fundamentalists نے ادا کیا اس کے بعد یہ واضح ہو گیا ہے کہ جس صاحب نے بھی یہ کہا تھا بالکل صحیح فرمایا تھا کہ دین ملا فی سبیل اللہ فساد اور اب میں اتنا کہوں گا کہ۔

جناب چیئرمین : آپ ذرا wind up کر لیں۔

جناب عبدالخالق خان : بس میں wind up کو رہا ہوں جناب والا! ہم بیسیوں صدی کے آخیر میں ہیں اور اکسویں صدی میں داخل ہو رہے ہیں اور اکیسویں صدی میں تقریباً اکثر ممالک جو ہیں اپنے ملک اور قوموں کے مفاد اور ان کی تعمیر اور ان کی خوشحالی اور ترقی کے لیئے وہ منصوبے بنا رہے ہیں مگر پاکستان کی برکت سے افغانستان کے ساتھ جو ظلم

عظیم ہوا آپ نے ان کو اکیسویں صدی کا تحفہ یہ دیا کہ ہر ایک سوسائٹی کا وہ بدترین اور ذلیل عنصر جو ہے جس کو عرف عام میں بنیاد پرست کہتے ہیں ان کی حکومت لے کر آپ نے وہاں ان پر مسلط کی اور خون ریزی جاری ہے اس میں شدت آرہی ہے اور خانہ جنگی اس حد تک پہنچ گئی ہے اب تو افغانستان کی سالمیت اور بقاء جو ہے وہ خطرے میں ہے اس کے بعد بھی کیا کوئی ایسا ہے جو یہ کہے کہ پاکستان نے اپنی خارجہ پالیسی کے ضمن میں کبھی بھی کوئی نیکی کی بات کی کبھی کوئی ایسی پالیسی بنائی جس سے اس کے پڑوسی ممالک کو کوئی فائدہ پہنچے۔ بہر حال میں آپ کا مشکور ہوں میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں اور ایوان کے معزز اراکین کا بھی مشکور ہوں جنہوں نے مجھے صبر و تحمل سے سنا۔

جناب چیئرمین : شکریہ۔ Anybody else who want to speak today

فتح محمد خان صاحب۔

جناب فتح محمد خان : شکریہ جناب چیئرمین صاحب میں اپنی تقریر وزیر خارجہ کے ان الفاظ سے شروع کروں گا جب انہوں نے کہا تھا کہ خارجہ پالیسی ملک کے استحکام کو مد نظر رکھ کر بنائی جاتی ہے نہ کہ جذبات اور ذاتی خواہشات کی رو میں بہہ کر بنائی جاتی ہے اگر ایسا ہو تو اس کا نتیجہ تباہی و بربادی کے سوا کچھ نہیں بنتا۔ ہماری خارجہ پالیسی کی موجودہ حکومت پر ذمہ واری اتنی نہیں آتی چونکہ ابتداء ہی سے ہماری خارجہ پالیسی ایسی بنی ہوئی ہے جو باہر کے ممالک کے اشاروں پر یا ان کے مفادات کو مد نظر رکھ کر یا اپنی خواہشات اور جذبات کو مد نظر رکھ کر یا اپنی حکومت کو طول دینے کی وجہ سے جو پالیسیاں وضع کی گئی ہیں اس لئے موجودہ حکومت کو جو کچھ ملا وہ صرف میں یہ کہوں گا کہ ورثے میں ملا ہوا ہے اور میں پچھلی تاریخ کا تھوڑا سا ذکر کروں تو اس کا مطلب یہ ہوگا اکثر ممالک یا اقوام جو ہوتے ہیں وہ اپنی تاریخ سے سبق سیکھتے ہیں اور وہ دیکھتے ہیں کہ پچھلی زندگی میں جتنی غلطیاں ہوئی ہیں آئندہ کے لیئے ایسی غلطیاں نہ ہوں سب سے پہلے میں ہندوستان کا ذکر کروں گا چونکہ وہ ہم سے زیادہ قریب ہے۔ ہندوستان اور پاکستان چونکہ دونوں ایک ہی ملک تھا اب دو ٹکڑوں میں

تقسیم ہو گیا دو ٹکڑوں کی تقسیم کے بعد چونکہ ہمارے دریا جو ہیں وہ بھی مشترک ہیں ہمارے کئی ایک پہاڑ بھی مشترک ہیں اور ہماری زمینوں میں جو لکیر کھینچ دی گئی ہے وہ بھی ایسی ہے جو عارضی طور پر دکھائی دیتی ہے اس لیئے ہمیں سب سے زیادہ اہمیت جو ہے ان کے ساتھ تعلقات پر یا ان کے ساتھ بات چیت پر دینی چاہیئے تھی ابتداء ہی سے مسئلہ ایسا چل پڑا ہندوستان سے پہلے دن سے تنازعہ شروع ہوا اور تنازعہ اس طرح سے کہ اس نے ہمیں مذاق سمجھا۔ ہم نے حکومت کے ساتھ طریقہ اپنایا مجھے یاد ہے ۴۸ء میں جب ہم نے کشمیر میں آدمیوں کو بھیجا تو وہ رضاکار تھے اور رضاکار اس قسم کے تھے کہ وہاں پر انہوں نے جو کچھ کیا ابھی تک وہاں کی کتابوں میں ہے کہ وہ جو لوگ آئے تھے انہوں نے کیا کیا مظالم کئے اور کیا کیا کچھ کیا جب انہوں نے فوج بھیجی تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کشمیر واقعی جو پاکستان کا لازمی حصہ بننا تھا وہ ہم سے کٹ کر رہ گیا اور صرف وہی حصہ چھوڑ دیا جو وہ سمجھتے تھے یہ پاکستان میں رہنا چاہیئے انہوں نے اپنی مرضی سے جو مناسب سمجھتے تھے وہی حصہ چھوڑ دیا ہم صبر کرتے یا پہلے شیخ عبداللہ سے بات کرتے یا پھر فوجی کارروائی اس طریقے سے کرتے کہ ہم کشمیر پر قبضہ کر سکتے تھے اس لئے کہ انہوں نے سڑکیں بھی نہیں بنائی تھیں انہوں نے فوجیں بھی نہیں بھیجی تھیں تو یہ کشمیر جس پر انہوں نے قبضہ کیا ہوا ہے زیادہ امکان یہ تھا یہ ہمارے حصے میں آسکتا تھا دوسری دفعہ ہم نے ایوب خان کے دور میں لڑائی کی۔ ۶۵ء میں بھی ہم نے وہی قصہ دوہرایا جو ۴۸ء میں ہم نے کیا۔ لوگ چلے گئے ہم نے کہا ہم تو بے خبر ہیں پتہ نہیں یہ کہاں سے لوگ آئے ہیں کس طریقے سے لڑ رہے ہیں اور آخر اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہندوستان نے ہم پر حملہ کر دیا اور مشکل سے ہم ۷ دن جنگ لڑ سکے اور اس کے بعد معاہدہ ہوا اور ان کے ساتھ جو معاہدہ ہوا تھا وہ دن ہم آج تک منا رہے ہیں اور ہم کہتے ہیں کہ ہم نے دفاع پاکستان کیا یہ ہمارا اپنا پیدا کردہ تھا تیسری دفعہ جب بنگلا میں ہم نے فوجی کارروائی شروع کی اس وقت ہی سب لوگوں کو یہ پتہ تھا اگر ہم بنگال پر فوجی چڑھائی کریں گے تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا ہندوستان درمیان میں آئے گا اور بنگال میں یہ کچھ ہو گا انہوں نے اس وقت

بھی اندازہ نہیں لگایا بچوں کی طرح یا مذاق کی طرح انہوں نے اس مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کی اور اس کا نتیجہ بھی یہ نکال کہ بنگال بھی ہم سے چلا گیا اب بھی کشمیر میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کی بھی ہماری حکومت کی طرف سے صحیح منصوبہ بندی نہیں ہے ہم خود بھی پاکستان میں رہنے والے یہ نہیں سمجھتے کہ ہماری حکومت کا کیا رول ہے اور ہمیں کیا کرنا چاہیئے یا نہیں کرنا چاہیئے یہ جو کچھ ہو رہا ہے یہ کیا ہو رہا ہے اور پتہ نہیں اس کا نتیجہ ہمارے ملک کے لیئے کیا نکلے گا اور ہمارے ملک کو کتنا نقصان دے گا تو میرا مطلب پچھلی تاریخ دوہرانے کا یہ ہے ہمیں سوچ سمجھ کر خارجہ پالیسی وضع کرنی چاہیئے اور ہر ایک ملک کے ساتھ اسی مناسبت سے بات کرنی ہوتی ہے اگر لڑائی کی نوبت بھی آجاتی ہے تو لڑائی کی بھی تیاری کر کے پہلے اپنی فوج کو یکجہتی اور یکسوئی کا پیغام دیکر ان سب کو ملا کر پھر وہی بات کرنی ہے جو ہم کر سکتے ہیں۔ جب اہم بات نہیں کر سکتے اور جیسے مجھ سے پہلے خالق خان صاحب نے بھی ذکر کیا ہم نے لوگوں کو بیوقوف بنایا ہوا ہے معمولی سی بات ہم نے تھوڑی سی حرکت کی تو کشمیر ہمارے قبضے میں آجائے گا اور وہ سارے لوگ کہتے ہیں کہ آپ چڑھائی کیوں نہیں کرتے اگر ہم تھوڑے سے صحیح طریقے سے ان کو باخبر رکھتے تو اس قسم کے مطالبات بھی ہمارے سامنے نہ آتے اس کے بعد افغانستان کا جو مسئلہ ہے پہلے ایک وقت تھا کہ یہ سارے imperialists ممالک یہ Europeans کے غلام بن گئے تھے آج ہم جو آزادی منا رہے ہیں یا ہندوستان منا رہا ہے اس میں ہمارا بہت تھوڑا حصہ ہے اور زیادہ حصہ اس وقت روس میں ایک ایسی حکومت بنی تھی جو اس قسم کے استحصال کے خلاف تھے imperialism کے بھی خلاف تھے capitalism کے بھی خلاف تھے تو ان کی وجہ سے سارے ممالک جو تھے ان کو تھوڑی بہت آزادی ملی لیکن جب روس کا معاملہ ختم ہوا تو پھر وہی سوچ ان یورپین ممالک میں پہلے تھا وہ سوچ وہ دوبارہ شروع کرنے لگے ہیں اور ابھی جس طریقے سے وہ سوچ رہے ہیں انہیں خطوط پر وہ سوچ رہے ہیں تھوڑا سا زمانے میں ترقی کی وجہ سے خیالات میں تھوڑا بہت فرق آگیا ہے پہلے وہ آکر فوجی قبضہ کر لیتے تھے اور

لوگوں کو غلام بنا لیتے تھے لیکن ابھی ان کے وسائل پر اور ذرائع پر قبضہ کر لیتے ہیں۔ جیسے عراق کا بہانہ بنا کر سارے عرب ممالک پر انہوں نے قبضہ کر لیا اسی طرح پاکستان کو بھی اس جنگ میں ملوث کر کے اور وہ پالیسی بھی ہم نے ذاتیات پر بنائی تھی اور ایک شخص کی حکومت کو طول دینے کے لیئے وہ پالیسی بنائی تھی اور یہ ہوا کھڑا کیا تھا کہ افغانستان میں جنگ ہو رہی ہے تو اس جنگ کی وجہ سے ہم نے اس وقت بھی نہیں سوچا یہ دس اور بارہ کا ہم جو گروپ بنا رہے ہیں اور ہر ایک جو کہتا ہے کہ میں حکومت کا وارث ہوں اس کا آخر نتیجہ کیا نکلے گا اور نتیجہ وہی نکلا جو دس بارہ چودہ سال پہلے انہوں نے ایک منصوبے کے ساتھ دس بارہ گروپوں میں تقسیم کر کے پہلے ان کا خیال تھا کہ Russia کے ساتھ لڑائی ہو گی اور اس کے بعد یہ دوبارہ گروپ آپس میں لڑیں گے اگر اس وقت یہ سوچتے کہ دس بارہ groups کی بجائے ایک ہی گروپ ہوتا ایک ہی لیڈر ہوتا باقی سارے اس کے ماتحت ہوتے ان کا بھی کوئی نظام ہوتا اور آج یہ جو مشکل درپیش ہے تو یہ مشکل ہمیں درپیش نہ ہوتی اور ابھی ہمیں وہاں جو کچھ کرنا ہے وہ بڑا سوچ سمجھ کر کرنا ہے اس لیئے کہ اب باہر کے ممالک کا پروگرام یہ ہے کہ افغانستان کو تقسیم کیا جائے اور وہ تین چار حصوں میں بٹ کر رہے گا اور وہاں پر لبنان جیسے حالات پیدا کیئے ہوئے ہیں۔ جیسے لبنان پہلے ایک مثالی ملک تھا ان کو ایسی لڑائی میں دھکیل دیا کہ اب ان کو ایک دن کا چین بھی نصیب نہیں ہوتا۔ تو اس طرح اس افغانستان میں بھی انہوں نے کیا ہوا ہے۔ کہ یہاں پر ان کا منصوبہ یہ ہے کہ آخر میں ان کو تین چار حصوں میں تقسیم کریں گے اور اس تقسیم کے نتائج ہمارے پاکستان پر بہت خطرناک پڑیں گے، وہ اس طرح ہے کہ ان کا خیال ہے کہ ایک طرف پختون کی الگ حکومت ہو جائے، دوسری طرف ازبک کی ہو جائے، تیسری طرف تاجک کی ہو جائے۔ کچھ حصہ ایران کے تسلط میں آجائے تو یہ جو پختون والا حصہ ہو گا اس کے صوبہ سرحد پر بڑے خطرناک اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔

جناب والا! میں اس بات کا قائل نہیں ہوں کہ ہندوستان پاکستان کو کبھی ہڑپ

کرے گا یا پاکستان کو ختم کرے گا لیکن ان کی ایک پالیسی ضرور ہے اور وہ پالیسی یہ ہے کہ پاکستان کو ٹکڑوں میں تقسیم کیا جائے اس طرح سے اس کو اتنا کمزور کر دیا جائے کہ یہ ایک مضبوط ملک نہ رہے اور کبھی بھی ہندوستان کے مقابلے میں ایک طاقت بننے کی جرأت نہ کر سکے تو یہ ٹکڑوں والی بات انہوں نے شروع کی ہوئی ہے۔ پہلے تو ان کا خیال تھا کہ یہ ملک ان کے ساتھ صلاح صفائی کے ساتھ چلے گا۔ جب اس پر کوئی کام نہیں ہوا تو بعد میں ان کو یہ سوچ آئی کہ جب تک یہ پاکستان سالم رہے گا ہمیں اس سے خطرہ رہے گا تو پھر انہوں نے بنگال میں اپنی کارروائی کر کے اسے پاکستان سے علیحدہ کیا۔ اب سندھ میں بھی جو حالات ہیں وہ آپ کے سامنے ہیں، ہم ابھی تک بنگال سے سبق نہیں سیکھ رہے ہیں، جو کام ہم بنگال میں کر رہے تھے وہی کام ہم سندھ میں بھی کر رہے ہیں۔ وہاں پر بھی ہمارا یہی خیال ہے کہ وہاں پر بھی ہماری ہی حکومت ہونی چاہیئے یہ کسی بھی طریقے سے رہ جائے، اس کے لئے جتنے بھی لوگ مریں، جس پارٹی سے بھی مریں لیکن حکومت ہمارے ہاتھ میں ہو تو وہ بنگال والا قصہ ہم سندھ میں دہرا رہے ہیں اور ہندوستان کی بھی یہی خواہش ہے کہ وہ سندھ میں بھی وہی حالات پیدا کرے۔ جب افغانستان میں ایک طرف پختون کی حکومت بن جائے گی تو اس کے کچھ اثرات پیدا ہوں گے۔ Frontier میں زیادہ حصہ قبائلی ہے اور جو settled ہیں وہ بھی اس اثر سے نہیں بچ سکیں گے تو پتہ نہیں کہ پھر فرنٹیئر کے ساتھ کیا ہو گا اور پھر پتہ نہیں کہ پنجاب الگ تھلگ رہ کر کیا کرے گا اور اس کا کیا ہو گا۔ تو ذرا ہمیں ان سب باتوں پر سوچنا چاہیئے۔ ہمیں پالیسی وضع کرتے وقت ان باتوں پر غور سے سوچنا چاہیئے۔ ہمیں اپنے جذبات کی رو میں بہہ کر کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہیئے اپنی انا میں رہ کر کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہیئے۔ ہمیں یہ بھی نہیں سوچنا چاہیئے کہ ہم اپنی حکومت کو کس طرح طول دے سکتے ہیں اگر ان چیزوں کو سوچ کر، ان کو سامنے رکھ کر ہم اگر اس طرح کے فیصلے کرتے رہیں گے تو جیسے کہ میرے خیال میں ہم نے چالیس سال میں اپنا آدھا حصہ گنوا دیا ہے اسی طرح آنے والے ۱۰۔۲۰ سالوں میں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔

کیونکہ ہندوستان کا یہ خیال نہیں ہے کہ اس کو ہڑپ کر لیا جائے، اس لیئے اس کے بھی ٹکڑے ٹکڑے ہوں گے۔

جناب والا، باہر کے ممالک کو ہم یہ تاثر دے رہے ہیں کہ ہم نے کوئی آئیٹم بم بنایا ہوا ہے، میرا خیال ہے کہ اصل میں کوئی چیز اس قسم کی ہمارے پاس ہے ہی نہیں لیکن ان کو تو یہ تاثر ملا ہوا ہے کہ ہمارے پاس آئیٹم بم ہے۔ جناب والا، ہم کبھی کبھی یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ ہماری فوج اسرائیل میں جا کر سب سے آگے لڑے گی۔ اس لیئے وہ بھی چاہتے ہیں کہ پاکستان اتنا کمزور ہو جائے کہ یہ جو ہم باہر کے ممالک کو threats دیتے ہیں، وہ threats کمزور ہونے سے ختم ہو جائیں۔ اب باہر کے ممالک کو روس کے ختم ہونے کے بعد کھلی چھٹی ملی ہوئی ہے کہ جو چاہتے ہیں وہ کر لیتے ہیں۔ تین چار ممالک ہیں وہ مل کر کوئی فیصلہ کر لیتے ہیں، لوگوں کی قسمتوں کا فیصلہ کر لیتے ہیں اور پھر وہ اسی پر عمل درآمد کرتے ہیں۔

جناب والا، سنٹرل ایشیا کے مسلم ممالک جو کہ ستر، اسی سال کمیونسٹ رہ چکے ہیں، ان کو تو ہم مسلمان ملک کہتے ہیں، کہتے ہیں کہ یہ ہمارے مسلم ممالک ہیں لیکن نجیب اللہ کو ہم نے آخر دم تک مسلمان نہیں کہا۔

جناب والا، افغانستان میں آخری فیصلہ ہونے والا تھا، جو افغان مجاہدین تھے ان سے بھی اتفاق رائے ہونے والا تھا تو اس وقت اعلان کیا گیا کہ نجیب اللہ حکومت چھوڑ رہے ہیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ہم ایک شوشہ چھوڑ دیں گے اور مجاہدین جو ہیں وہ آپس میں فوراً لڑنا شروع کر دیں گے اور یہی ہوا کہ انہوں نے کہا کہ نجیب اللہ نے یہ بات مان لی ہے کہ میں تین چار مہینے کے بعد حکومت چھوڑ رہا ہوں اس لیئے جب اس کی حکومت چھوڑنے کی بات آ گئی تو مجاہدین جو تھے وہ آپس میں لڑنا شروع ہو گئے اور اب اس لڑائی کا جو نتیجہ نکلے گا اس پر بھی ہمیں بڑی سوچ بچار کرنی چاہیئے۔ اگر ہم نے اسی طرح کیا جس طرح ہم پہلے سے ۴۳۔۴۴ سال سے سرسری طور پر خارجہ پالیسی چلا رہے ہیں، تو میرا خیال ہے کہ اس کے بڑے سنگین نتائج نکل سکتے ہیں۔

جناب والا، ہمارے وزیر خارجہ ایک شریف انسان ہیں وہ سیاسی سمجھ بوجھ بھی رکھتے ہیں، یہ ان ۱۵۔ ۱۴ وزرا میں سے ایک ہیں جن کا طریقہ کار اچھا ہے۔ اس لیئے ان سے بھی لوگ مطمئن ہو جاتے ہیں تو یہ ذرا سوچیں کہ ہمیں اس ملک کو کیسے بچانا ہے۔ پھر یہ بھی سوچیں کہ آج کل دنیا کے جو حالات بنے ہوئے ہیں ان سے بھی ہم الگ تھلگ نہیں رہ سکتے ہیں ہم جو غلام ملک ہیں ان کی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ ابھی پچھلے دنوں عمران خان کے لیئے کرکٹ کا میچ ہو رہا تھا یہ میچ ہندوستان اور پاکستان کے درمیان ہو رہا تھا تو وہاں پر بھی ہندوستانیوں اور پاکستانیوں نے آپس میں لڑائی شروع کر دی حالانکہ چندہ ہمیں ہی ملنا تھا لیکن لڑائی شروع کر دی۔ وہاں پر وہ کہہ رہے تھے کہ Long Live India اور یہاں پر پاکستانی کہہ رہے تھے کہ Long live Pakistan! وہاں پر تبصرہ کرنے والے نے کہا کہ ہم نے انگلینڈ میں تو کبھی نہیں سنا کہ Long live England! یا Long live Pakistan! کا مطلب یہ ہے کہ سوچ ہے کہ ایک دن خدانہ کرے ایسا آئے کہ یہ ختم ہو جائے۔

جناب چیئرمین : وہاں کہتے ہیں کہ God save the Queen!

جناب فتح محمد خان : ہاں جی،

جناب چیئرمین : God save the Queen! وہاں پر ہوتا ہے۔ یعنی اللہ Queen کو بچائے، محفوظ رکھے۔

جناب فتح محمد خان: محفوظ رکھے۔

جناب چیئرمین : اور فرانس میں ہوتا ہے Long live Republic! یعنی وہ زندہ رہے Republic زندہ رہے۔

جناب فتح محمد خان : جی، Republic کا کہتے ہیں لیکن ملک کا نہیں کہتے نہیں، وہ Queen کا کہتے ہیں، Republic کا کہتے ہیں لیکن ملک کا نہیں کہتے ہیں اسی طرح ہمیں یہ کہنا چاہیئے کہ long live democracy! تو یہ زیادہ بہتر رہے گا اس لیئے کہ پاکستان تو بنا ہے اور یہ تو رہے گا اور ہندوستان بھی ایک ملک ہے اور وہ بھی رہے گا۔ تو یہ جو ضروری باتیں

ہیں ان پر ہمیں زیادہ توجہ دینا چاہیئے۔

جہاں تک عرب ممالک کا تعلق ہے ان کے ساتھ بھی ہمیں اپنے تعلقات مساویانہ بنیاد پر قائم کرنے چاہئیں۔

جناب چیئرمین : جناب، اب wind up کریں۔

جناب فتح محمد خان : بہتر جناب، وہ اس لئے کہ اگر ہم نے یہی پالیسی اپنائے رکھی کہ پیسے لے کر ان کے پیچھے پھرتے رہیں اور جو زیادہ پیسے دے ان کے پیچھے دوڑتے رہیں تو یہ پالیسی بھی ہمارے پاکستان کے لیئے خطرناک ہوگی۔ تو ہمیں اصولوں کی بنیاد پر، عرب ممالک کے ساتھ مساویانہ بنیاد پر تعلقات قائم کرنے چاہئیں۔ میں نے باقی ممالک کا بھی اسی طرح ذکر کر دیا ہے کہ ان کے بارے میں دیکھنا ہے کہ ان کے مقابلے میں ہماری کیا طاقت ہے۔ ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ان کے ساتھ کیسے رہنا ہے۔ اب ہم نے ان کے درمیان رہنا ہے میں انہی باتوں کے متعلق عرض کرنا چاہتا تھا۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین : اب میرا خیال ہے کہ باقی فارن پالیسی پر کل بات ہوگی اور اب جو ریکوزیشن کا مسئلہ ہے اس پر اراکین کو سن لیتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اس پر عبدالرحیم خان مندوخیل صاحب کچھ کہنا چاہ رہے تھے۔ when would you like to?

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل : میں اس پر کل بات کروں گا۔

جناب چیئرمین : دوسری بات یہ ہے کہ جو کل sitting ہو رہی ہے It is an unscheduled sitting اس میں وقفہ سوالات بھی نہیں ہوگا اور اگر آپ مناسب سمجھیں تو Motions کو بھی نہ رکھیں تاکہ یہ معاملہ ختم ہو سکے۔ اس طرح آدھا گھنٹہ اور بچ جائے گا۔ ٹھیک ہے جی باقی بات کل ہوگی So, House agrees?

(Agrees)

Syed Abdullah Shah : I will speak on this Constitution issue tomorrow and on Foreign Policy you (Mr Chairman) kindly give me time a day after.

Mr. Chairman : O.K. Mr. Yahya Bakhtiar will open the debate tomorrow. Is it alright.

Mr. Yahya Bakhtiar : Tomorrow, sir.

Mr. Chairman : If you would like to tomorrow.
ٹھیک ہے جی (یحییٰ بختیار) آپ کی طرف سے لکھا ہوا نوٹ بھی آ گیا ہے۔

(interruption)

جناب چیئرمین : کوئی آج کرنا چاتا ہے۔ عبداللہ شاہ صاحب۔ کیا آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

سید عبداللہ شاہ : نہیں جی۔

جناب چیئرمین : اور کوئی صاحب۔ جی برکات صاحب۔

سید برکات احمد شاہ : جناب کیا آپ جو جو دہ سینٹ کے اجلاس کے پروگرام میں کوئی تبدیلی فرمارہے ہیں کہ یہ ۲۷ کو ختم ہو رہا ہے یا کیا ہے؟

جناب چیئرمین : دیکھیئے جی فی الحال تو حکومت کا پروگرام ۲۷/ تک کا ہے لیکن دیکھتے ہیں کیسے حالات بنتے ہیں۔ فی الحال تو اس کا پروگرام لگتا ہے but any how جی آصف صاحب۔

خواجہ محمد آصف : جناب اس پہ مزید debate نہیں ہو گی جی۔

جناب چیئرمین : جی ہو گی جی کل اس کو جاری رکھا جائے گا آج میں چاہ رہا تھا کہ کوئی اگر ریکوزیشن کے مسئلے پر کہنا چاہے تو وقت تھوڑا سا ہے تو کوئی صاحب کچھ کہنا چاہے تو کہہ لے۔ آپ گلہ کرتے ہیں کہ وقت نہیں دیا تو۔

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل : آپ تو چلتے چلاتے بات کرانا چاہتے ہیں ہم ایسا نہیں کرتے۔

جناب چیئرمین : اچھا۔ اور کوئی ریکوزیشن پہ اظہار کرنا چاہئے تو کر سکتا ہے۔ جی

فصیح صاحب۔

سید فصیح اقبال : جناب چیئرمین! جن خیالات کا اظہار معزز ممبروں نے کیا ہے اس سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ جب یہ گورنمنٹ کو پتہ تھا اور میرا خیال ہے کہ سب کو پتہ تھا کہ ۲۱ر یا ۲۲ر کو اجلاس بلالیں۔ لیکن چار گھنٹے کے اندر ایسی کارروائیاں شروع ہوئیں اور اتنی جلدی سمری نبی اور دستخط کرایا گیا کیونکہ جہاں تک صدر صاحب کا تعلق ہے تو پارلیمانی امور کی طرف سے چیف ایگزیکٹو کے through جو سمری جاتی ہے اسی پر وہ دستخط کرتے ہیں۔ اور جو وہ کہتے ہیں میرے خیال سے وہ ہوتا ہے۔ اگر تاریخ پر کوئی اختلاف ہو جائے تو اس پر بھی رضامندی حاصل کی جاتی ہے گورنمنٹ سے اگر گورنمنٹ کی کوئی بزنس ہو۔ مجھے علم تھا کہ دو بل تھے لیکن کوئی پہاڑ نہیں ٹوٹتا۔ لیکن ہمیشہ یہ کوشش کی گئی ہے کہ یہاں پر کبھی Joint House نہ ملے اگر کوئی بل، میں اس لئے یہ کہہ رہا ہوں کہ اس سے تعلق ہے کہ ممبران اگر کوئی ترمیم دینا چاہتے ہیں تو یہ ہماری اپنی حکومت ہی کہتی ہے کہ آپ ابھی یہ بل پاس کر دیں ترمیم بعد میں، اس لئے کہ joint ہے۔ Joint House میں تکلیف کیا ہے خوف کیا ہے اگر یہاں اور وہاں اکثریت ہے میرے خیال سے ایسا ہونا بھی چاہئیے کہ کسی وقت کسی جگہ Joint House بھی بیٹھے۔ صرف یہ نہیں کہ ہم کسی dignitory کے لئے بلائیں یا صدر کی ایک آئینی ذمہ داری کے لیئے بلائیں کہ سال میں حکومتی پالیسی پر صدر صاحب خطاب فرماتے ہیں۔ یا ابھی یہ سن رہے ہیں کہ ایران کے صدر آرہے ہیں اس وقت مشترکہ اجلاس ہوگا۔ تو اگر یہ ہمارے آئین میں ہے کہ ہم مشترکہ ایوان بلائیں تو میرا خیال ہے ایسی کوئی بات نہیں نظر آتی۔ اچھا اب جناب یہ lapse ہو رہا ہے اب حکومت کے ان وزراء کی کارکردگی کا یہ نتیجہ ہے کہ جب آپ ہاؤس کی بزنس کو اس طرح اپنی ضرورت کے تحت پیش کریں تو ایسے ہی ہوا کہ وہ چار گھنٹے کے اندر، آپ کو جب گیارہ بجے ریکوزیشن ملی اور شام کو ٹیلی ویژن سے اعلان ہو گیا کہ اجلاس فلاں تاریخ کو ہے۔ اور کسی ممبر کو نہیں پتہ تھا۔ آپ کو پتہ ہے کہ پاکستان کے مختلف علاقوں سے لوگ آنے والے ہوتے ہیں اور

ایسی کوئی فوری ہنگامی نوعیت نہیں تھی صرف یہ آپ کے دو بل تھے۔اب یہ ریکوزیشن کے جو نکات تھے اصولی طور پر آپ کو چودہ دن ملتے ہیں آئین کے تحت،اور ممران ہاؤس کا یہی ایک privilege ہے اور میرے خیال سے اسے اس فیصلے پر فوقیت ہوتی ہے جو حکومت کرتی ہے۔اگر یہ آئین میں تھا تو آپ کو ریکوزیشن ہاؤس کو کرنا چاہیئے تھا۔اور آپ خود بھی حکومت کو کہہ سکتے تھے کہ اب یہ ریکوزیشن آگئی ہے اگر آپ نے ہاؤس ہی بلانا ہے تو ہم خود بلا لیتے ہیں اب اس کا ٹکراؤ کرنا کا مقصد یہ ہے کہ یا تو ہاؤس کی حیثیت کم کی جائے اور میرا خیال ہے کوئی ممبر اور آپ بھی ہمارے custodian ہیں آپ سنیٹر ہیں اور ماشاء اللہ چیئرمین ہیں ہمارے آئین کے آپ محافظ ہیں۔ تو قواعد ضوابط کی رو سے یہ فرض بنتا ہے کہ جب آپ نے اگر ہاؤس بلانا ہو تا ممبروں کی طرف سے تو آپ ہی prorogue کرتے اب آپ ابھی فرما رہے ہیں حکومت،اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ہاؤس جس طرح سے بلایا گیا ہے اسی طرح سے prorogue ہو گا۔اور وہ آرڈر وہیں سے آپ دستخط شدہ پڑھ کر سنا دیں گے۔ تو میرا مقصد یہ تھا کہ جو نکات ہیں یہ پہلے دن ہی حل ہو جانے چاہئیں اب اس میں ہمارے معزز اٹارنی جنرل صاحب بھی آئے وہ بھی کوئی نئی چیز نہیں دے کر گئے انہوں نے وہی نکات سنائے جو ممبران نے سنائے۔اور ماشاء اللہ ہمارے ہاؤس میں کافی قانونی ماہرین ہیں یحییٰ بختیار صاحب، عبداللہ شاہ صاحب اور آپ خود بھی ہیں۔ تو ہمارے ممبروں نے یہ محسوس بھی کیا اور اس بحث کے بعد آپ کا فیصلہ اسی ہاؤس میں ہم سننا چاہتے ہیں اگر اس کا فیصلہ آپ بعد میں کریں گے تو اس کا کوئی مقصد نہیں ہو گا۔چاہیئے تو یہ تھا کہ جو ریکوزیشن ہے اسی پہ ہمارا ہاؤس بلایا جاتا اور ہم وہ تمام نکات کو discuss کرتے جہاں تک بل کا معاملہ ہے کوئی ضروری نہیں ہے گورنمنٹ بزنس ہے لیجیسلیشن ہمارا فرض ہے اور یہاں جتنے بل آئے ہیں اتفاق یہ ہے کہ نیشنل اسمبلی نے پچھلی حکومت میں بھی اور اس حکومت میں بھی جتنے بل لے کر گئے ہیں وہ یہاں سکرین ہوئے ہیں اس لیئے کوئی نہ کوئی کمی یہاں رہ گئی ہے کیونکہ یہاں کے ممبران نے ہمیشہ بل کو سوچ سمجھ کر پاس کرنے کی کوشش

کی ہے لیکن حکومت کی طرف سے یہی کہا گیا ہے بل آپ پاس کر دیں ترمیم بعد میں دے دیں۔ اس لئے کہ Joint House میں جانا پڑے گا۔ اس لیئے میں عرض کرتا ہوں کہ ریکوزیشن کے سلسلے میں آپ کی رولنگ چاہیئے کیونکہ آپ نے اس سلسلے میں اٹارنی جنرل کو بھی سنا محرکین کو بھی سنا اور یحییٰ بختیار صاحب نے پتہ نہیں تقریر کی ہے یا نہیں لیکن۔

جناب چیئرمین : نہیں انہوں نے لکھ کر مجھے جامع نوٹ دیا ہے۔

سید فصیح اقبال : ماشاءاللہ لیکن ہاؤس کو پتہ نہیں ہے یہ حق ہاؤس کا ہے کہ ہاؤس میں بھی بتائیں۔ بہر حال اس میں یہ ہے کہ ہم آپ کی رولنگ چاہتے ہیں۔

جناب چیئرمین . شکریہ جی اور کوئی صاحب۔ جی میر عبدالجبار صاحب۔

میر عبدالجبار : جناب اس وقت ہمارے پیش نظر ایک نہایت اہم آئینی اور قانونی مسئلہ ہے۔ جس پر کئی دن سے بحث چل رہی ہے۔ میرے نزدیک چھوٹا سا حل ہے۔ جس صورت میں آپ کے پاس ایک چوتھائی کی ریکوزیشن آجاتی ہے تو یوں سمجھ لیجیئے کہ آپ پر اجلاس بلانا فرض ہو جاتا ہے۔ آپ اگلے روز بھی اجلاس بلا سکتے ہیں اور تیرہ چودہ روز کے بعد بھی بلا سکتے ہیں۔ within fourteen days بارہویں تیرہویں دن بلا سکتے ہیں۔ فرض کیجیئے کہ ایک چوتھائی کی ریکوزیشن چیئرمین یا سپیکر کے پاس آگئی لیکن آپ نے اجلاس ابھی تک بلایا نہیں ہے۔ چونکہ اب تک آپ کے پاس ۱۳، ۱۴ دن کی گنجائش باقی ہے اسی دوران کوئی اہم قومی مسئلہ رونما ہو جاتا ہے اور حکومت بھی اجلاس بلانا چاہتی ہے تو ایسی صورت میں وزیر اعظم صدر کو مشورہ دینے کے بجائے چیئرمین یا سپیکر سے بات کرے ان سے کہے اور وہ ان کے پاس اپنی ریکوزیشن بھیجے اور وہ یہ درخواست کریں کہ جناب آپ نے اجلاس تو بارہویں یا سترہویں دن بلانا ہے اب چونکہ یہ urgency آچکی ہے ملکی ضروری معاملہ ہے لہٰذا آپ اب اس اجلاس کو دو یا تین کو بلالیں جو بھی تاریخ نزدیک آتی ہے تو یہ صوابدید آپ کی یا سپیکر کی ہو، وہ اجلاس بلائیں بجائے اس کے کہ وہ ریکوزیشن صدر کو کرے آپ سے کرے چونکہ آپکے پاس پہلے ریکوزیشن ایک چوتھائی کی آچکی ہے۔

اب یہی عمل آپ ویسے دہرا سکتے ہیں۔ اگر حکومت نے صدر کے حکم سے اجلاس بلا لیا ہے اور اجلاس کی تاریخ مقرر ہو چکی ہے کہ فلاں تاریخ کو چار بجے یا پانچ بجے اجلاس ہو گا اور اس میں بارہ تیرہ دن باقی ہیں تو اسی دوران میں ایک چوتھائی کو ایسی ایمرجنسی آ جاتی ہے کہ وہ بھی اجلاس بلانا چاہتے ہیں اور وہ آپ کو درخواست کریں گے یا سپیکر کو، اور کہیں گے کہ جناب ہمارے پاس کافی ضروری اور اہم ایجنڈا ہے چونکہ اجلاس گورنمنٹ بلا رہی ہے اور اس کے دن کچھ بقایا ہیں تو لہٰذا آپ اجلاس کو پہلے بلا لیں تو دونوں صورتوں میں یہ صوابدیدی اختیار سپیکر یا چیئرمین کو ہونا چاہئے کہ وہ اجلاس بلا لیتا۔ لیکن بجائے اس کے کہ اس کو سپوتاژ کیا جائے اگر اجلاس بلایا گیا ہے اور اس بلائے گئے اجلاس کے کچھ دن باقی ہیں۔ حکومت سمجھتی ہے کہ شائد کچھ ایسی بات ہو گی اس اجلاس میں جو کہ ان کے خلاف جائے گی تو وہ آرٹیکل ۵۴ اے کا سہارا لے کر اجلاس پہلے بلا لیا اور اسے سپوتاژ کر دیا۔ دونوں صورتوں میں جناب آپ کے پاس یہ تمام واقعہ subjudice ہوتا ہے۔ جب subjudice ہو گیا تو پھر آپ ہی اس میں بااختیار ہیں کہ اسے کریں تو میں سمجھتا ہوں کہ جناب والا یہ ہمارے آئین کے آرٹیکل میں ایک اضافے کے مترادف ہے۔ آپ کی رولنگ جو بھی اس پر آئے گی وہ ہمارے آرٹیکل میں پاکستان کے آئین میں ایک اضافے کے مترادف ہو گی۔ تو میں یہ عرض کرتا ہوں جناب کہ یہ میری اس گزارش پر توجہ فرمائیں اور آپ اپنے صوابدیدی اختیار کو استعمال کریں۔

جناب چیئرمین : شکریہ جی۔ anybody else جی جناب ابراہیم خان صاحب۔

جناب محمد ابراہیم خان : جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہتا تھا۔ جس طریقے سے ریکوزیشن طلب کی گئی ہے اور ہمارے معزز ممبران نے جیسے اس پر دستخط کئے وہ تعداد ضرورت کے مطابق پوری تھی۔ میرے نزدیک ریکوزیشن کے ذریعے سینٹ کا اجلاس بلانا ایک مقصد کے لئیے ہوتا ہے اور بذات خود اجلاس بلانا کوئی مقصد نہیں ہے میرے نزدیک۔ میں وکیل نہیں ہوں میں نہیں جانتا۔ میں کوئی دلیل نہیں دے سکتا لیکن میرے حقیر فہم

کے مطابق میں سمجھتا ہوں کہ اجلاس بلانا یا ہولڈ کرنا بذات خود کوئی مقصد نہیں ہے۔ بلکہ اجلاس جس مقصد کے لیئے بلایا جاتا ہے اس کی اولیت ہوتی ہے اور اسی کی اہمیت ہوتی ہے۔ بعض اوقات جیسے ایمرجنسی میں کوئی میٹنگ بلائی جاتی ہے۔ وہ بھی اسی مقصد کی بنیاد پر بلائی جاتی ہے۔ ان چودہ روز میں جناب عالی جب سے ہمارا یہ اجلاس چل رہا ہے۔ ہمارا سینٹ کا یہ سیشن چل رہا ہے۔ اس ایجنڈے پر کسی بھی معزز رکن نے کوئی بات نہیں کی ہے۔ کہ اس کی اتنی اہمیت ہو کہ اس پر بولا جائے۔ عام معمول کی کارروائی روکی جائے اس پر بولا جائے۔ یہ اہم بات ہے۔ قومی اہمیت کی بات ہے۔ اس پر بولا جائے۔ قانونی جواز اور ہے۔ قانونی باتیں اور ہیں۔ قانونی استدلال بھی اور ہے۔ مگر قومی اہمیت کے حامل امور کچھ اور ہوتے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ممبران صاحبان نے خود مقصدیت کو فوت کیا اس اجلاس کی بلکہ negation کر دی کہ ان چودہ دنوں میں انہوں نے اس کے متعلق ایک بات بھی نہیں کی۔

جناب چیئرمین : شکریہ جی۔ جی جناب فصیح اقبال صاحب۔

سید فصیح اقبال : آپ کے آنے سے پہلے جب ہماری محترم ڈپٹی چیئرمین صاحبہ تھیں یہاں میں نے پریس کے سلسلے میں بتایا تھا کہ سندھ کے سیلاب پر رپورٹنگ ٹھیک نہیں ہوتی ٹی وی پر اور رات کو جو وہ تبصرہ کرتے ہیں اس میں، جن موضوعات پر یہاں بحث ہوئی ہے یعنی سٹوڈنٹس پر لاٹھی چارج اس کا انہوں نے قطعی ذکری نہیں کیا۔ ابھی میں اس کے سلسلے میں آپ کے نوٹس میں ایک اور لانا چاہتا ہوں۔ فیڈرل زکوٰۃ کونسل نے سندھ کے سیلاب زدگان کے لیئے آج کل کے فیصلے میں کوئی رقم دی ہے۔ اور اس میں ساتھ ہی یہ لکھا ہے کہ سندھ اور پنجاب میں سیلاب۔۔۔۔ تو مجھے افسوس تھا کہ یہاں پر دو مسائل آئے تھے۔ سندھ کے سیلاب کا کہ سارا سندھ پانی میں ڈوبا ہوا ہے۔ اسے ایک ارب کی ضرورت ہے۔ اور بلوچستان کے دو ضلعے۔ جناب چیئرمین صاحب ایسے مواقع کبھی آتے ہیں۔ یہ ایسی قدرتی آفات ہیں جس پر کسی آدمی کو بھی میرے خیال میں اختلاف نہیں ہوتا اب سندھ کے مسئلے پر جب فیصلہ ہوا۔ تو پنجاب میں تو میرے خیال میں سیلاب نہیں ہے۔ پنجاب میں

سیلاب ضرور ہے لیکن وہ ہے اقتدار کا سیلاب۔ اگر سیلاب تھا تو بلوچستان میں۔ لیکن ہمیں افسوس ہے کہ بلوچستان کو نظر انداز کر دیا گیا۔ تو یہ صوبہ کوئی ذاتی مسئلہ نہیں ہے۔ اگر کسی علاقے میں کوئی ایسی آفت آئی ہے تو حکومت بلکہ تمام وزراء کا فرض ہے۔ ہمارے ایک ممبر نہ بڑی اچھی تجویز دی تھی۔ میرا خیال یہ تھا کہ پرائم منسٹر صاحب Flood Relief Fund قائم کرتے۔ تاکہ جو لوگ بھی دینا چاہئیں وہ دیں اور بلوچستان کے جو دو ضلعے ہیں۔ اس میں بھی ہمیں کچھ نہ کچھ۔ یعنی ہم یہ نہیں کہتے کہ۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ اس کا حصہ مناسب طور پر دیا جاتا۔

جناب چیئرمین : شکریہ جی۔ جی جناب آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

چوہدری عبدالغفور : جناب والا! یہ واقعی بڑا سنگین مسئلہ ہے۔ اور اس کا حکومت نے نوٹس لیا ہے۔ پرائم منسٹر نے خود آج پارلیمانی پارٹی کی میٹنگ میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ وہاں extensive طریقے سے سندھ اور جہاں جہاں بھی سیلاب ہے۔

جناب چیئرمین : وہ بلوچستان کا ذکر کر رہے ہیں کہ وہاں بھی آیا ہے۔

چوہدری عبدالغفور : بلوچستان کو آج ذکر کیا ہے یہ میں پرائم منسٹر صاحب کے نوٹس میں لاؤں گا۔ اس میں کسی صوبے کی تخصیص نہیں ہے کہ وہ سندھ ہو پنجاب ہو یا بلوچستان۔ جہاں جہاں بھی سیلاب متاثر کرے گا کوئی بھی صوبہ ہو وہاں وہ امداد دی جائے گی۔ اور اس کا نوٹس لے لیا گیا ہے اور میں یہ ان کے نوٹس میں لاؤں گا۔ دوسرے جناب اگر مناسب سمجھیں تو یہ ایوان کو ریکوزیشن کرنے کی بات آج اگر اختتام پذیر ہو رہی ہے اس کو close کر رہے ہیں تو اگر آپ چاہئیں تو میں بھی اس پر کچھ کہوں۔

جناب چیئرمین : جی ضرور۔ If you can help me on this آج کرنا چاہئیں۔

Chaudhry Abdul Ghafoor : Are you going to close this today ?

جناب چیئرمین : نہیں نہیں۔ کل سن لیں گے۔ شاہ صاحب کو سننا ہے۔ جی جناب حاجی گل شیر صاحب۔

حاجی گل شیر خان : جناب ہم نے بلوچستان سندھ پنجاب فرنٹئر صوبوں کے سب چیف ایڈ منسٹریٹر کو کہا ہے کہ آپ مہربانی کر کے جتنے بھی نقصانات ہوئے ہیں ہمیں فوراً اپنی تجویز بھیجیں کہ آپ لوگوں کو کتنے پیسوں کی ضرورت ہے۔ انشاءاللہ ہم سب صوبوں کو دیں گے۔

جناب چیئرمین : شکریہ۔ جی جناب عبداللہ شاہ صاحب۔

سید عبداللہ شاہ : جناب جو ہمارا lost سیشن ہوا تھا تو یہاں پر ad hoc appointees کے مسئلہ پر، آپ کو یاد ہوگا کہ کافی بحث ہوئی تھی۔ حکومت ایک بل لائی تھی for regularizing appointments of certain doctors ہماری گزارش یہ تھی کہ جو بھی adhoc appointees ہیں فیڈرل گورنمنٹ کے سب کو regularize کیا جائے۔ تو اس پر ۲۹ جون کو چوہدری امیر حسین نے یہاں سینٹ میں statement دی تھی۔ میرے پاس اس کی کاپی ہے۔ میں توجہ دلانا چاہتا ہوں اپنے وزیر قانون صاحب کی کہ انہوں نے فرمایا تھا کہ ہم نے جو نوٹس جاری کئے ہیں لڑکوں کو they are being withdrawn and legislation will be made accordingly with the consultation of the honourable members in this House and this House is sovereign to legislate. They promised to make a proper law to regularize appointments of other Federal adhoc appointees also. Now that undertaking is being violated. Now they have advertised the posts to the Federal Service Commission and the result of which will be that these boys will be thrown out of the job.

جناب چیئرمین : یہ statement کس نے دی تھی؟

سید عبداللہ شاہ : چوہدری امیر حسین نے۔

جناب چیئرمین : یہ اس کے نالج میں لے آئیں اور وزیر قانون بھی بیٹھے ہیں تو اگر حکومت کی assurance ہے تو

Syed Abdullah Shah : This is with me. Sir, I wanted to bring it to his notice and he should also know the importance of Article 25; the laws have to be similar for everybody, they can not pick and choose.

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل: جناب والا اسی حوالے سے سب کے لیئے قانون بنانا تھا۔ صرف میڈیکل سائیڈ نہیں بلکہ ریلوے کے لئے ان سب کے لئے بنایا جائے۔

چوہدری عبدالغفور : جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ حکومت اس بارے میں بہت حساس ہے کہ جن محکموں میں بھی adhoc appointees ہیں ان کے اس وجہ سے cancel termination notices کر دیئے گئے تھے کہ ان during this کی requirement کے لیئے ان کا پیریڈ طے کر کے ان کو regularize کیا جائے لیکن جو process فیڈرل پبلک سروس کمیشن کا ہے۔ اسے ہم کسی طور پر stop نہیں کر سکتے۔ چونکہ that takes almost six months to complete the formalities اور اس بارے میں میں عرض کرنا چاہوں گا before the regular work is started کہ آپ کو کسی خدشے میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں کل ہی اس بارے میں بات کروں گا کہ یہ جو adhoc appointees ہیں ان کے حقوق کو کسی طور پر نقصان نہ پہنچے اور respected departments کے مشورے سے انہیں regularize کرنے کے اقدامات کیئے جائیں۔

جناب چیئرمین : شکریہ جی۔

So, the House is adjourned to meet again tomorrow at 10.00 A.M.

[The House was then adjourned to meet again at ten of the clock in the morning on Wednesday, the 26th August, 1992].

PCPPI—454(96) Senate—21-3-2000—150.